إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

الفاضل

سوانح عمری حضرت سید محمد فاضل الدین ابو الفرح رحمۃ اللہ علیہ

یعنے

مورث اعلیٰ خاندان دربار فاضلیہ بٹالہ شریف کے

حالات

معہ اردو ترجمہ

بروق القادر

جسکو

خادم الفقراء قاضی غلام محی الدین ایڈیٹر

رسالہ العزیز نے

خواجہ پریس بٹالہ میں باہتمام احمد وجودی پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

بار دوم — تعداد جلد یکہزار — قیمت عمر

دیباچہ

ارباب دانش پر بخوبی روشن ہے۔ کہ انسان کی زندگی کا مقصد اعلیٰ و غرض اقصیٰ یہ ہے کہ عاداتِ رذیلہ سے بچاؤ حاصل ہو اور فضائل اخلاق کی تربیت اور اطوار کی اصلاح ہو لیکن اس مقصد کے حصول میں جو دشواری اور دقت ہے اس سے بجز نفوس قدسیہ اور کوئی متنفس مطلع نہیں ہو سکا۔ کیونکہ محض اپنی شخصی اخلاق کی درستگی میں کامیاب ہو جانا۔ اور دوسرے بنی نوع انسان کی تمدنی اصلاح کیلئے کچھ فکر نہ کرنا ہمہ ردی اور مؤانست کے مطلقاً خلاف ہے۔ بلکہ گویا یوں سمجھو کہ اصل مقصد ہی فوت ہو گیا۔ ہر شخص پر فطرتاً لازم ہے کہ محاسن کی تربیت اور سیئات و خطایا کے قلع و استیصال میں سرگرمی اختیار کرے۔ اور اس میدان میں جو نفوس قدسیہ کو کامیابی حاصل ہوئی ہے کسی اور کو نہ ہوئی ہے نہ ہو گی ؞

وعظ و پند سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ محاسنِ اخلاق کے مجسم پیکر کو دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور اولیا کرام جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہیں یہ عملی تعلیم تمام عالم میں رائج کرتے ہیں ایسے افراد کی سیرت کا مطالعہ کرنا بھی مقصود مذکور میں ضرور مفید ہوتا ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت ابو الفرح سید محمد شمس الدین صاحب قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کو اسی مقصد کیلئے وقف کر دیا ہوا تھا۔ یہ رسالہ جو کہ آنجناب کے سجادہ نشین صاحب قبلہ سید نذر محی الدین صاحب نے شرائف غوثیہ سے ترجمہ فرما کر رفاہ عام کیلئے عطا فرمایا ہے صلاحیت پسند مذاق کیلئے نہایت مفید ثابت ہو گا۔ کیونکہ اس میں آنجناب رح کی زندگی پر جا بجا روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس سے سبق حاصل کیا جا سکے ہمیں فخر و ناز ہے کہ اس جلیل القدر خاندان سے وابستہ ہیں کیونکہ اس چمنستان کا گل سر سبد ابو الفرح رح عالم عمل اور علم میں ممتاز ترین فرد تھے چنانچہ اکمل قاضی غلام محی الدین صاحب۔ ایڈیٹر رسالہ العزیز نے آنجناب کے دیگر خلفا کے حالات بھی بالاختصار درج کئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپکی اولاد کا بڑا رکن آج تک آپکے سجادہ پر مقصد مذکور کی سر انجام دہی کیلئے رونق افروز رہتا چلا آتا ہے۔ اور یہ زندہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آنجناب کا مذکورہ شغف درگاہ باریتعالیٰ میں یوں مقبول ہوا کہ آپکا معمول و اصول اس زمانہ تک محو عمل رہا ہے اور سچی دہ مستعد اور مبارک حضرات سے مزین رہا ہے اور انشاء اللہ رہیگا۔ اور یہی ہے یَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ کا انعام جو کہ حضرت ابو الفرح رح کو عطا ہوا۔ اہل مذاق اس رسالہ کو ضرور پڑھیں اور پڑھکر اپنے احباب کو دیدیں کہ وہ بھی مستفیض ہو سکیں

اس ایڈیشن میں بردق القادر کا ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو کہ حضرت ابو الفرح کے مقصد پر مزید وضاحت لائیگا

بندہ سید بدر محی الدین قادری خادم درگاہ فاضلیہ بٹالہ شریف ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حالات حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر الکاملین

عمدۃ الفاضلین حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین رحمتہ اللہ علیہ

حنفی مذہباً، قادری مشرباً، بٹالوی مسکناً

نسب

آپ کا نسب مبارک جناب مسجود الباب جناب عالی حضرت پیر دستگیر سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت آغا بدیع الدین شہید رحمتہ اللہ علیہ جو گیارہویں پشت جناب عالی کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت ابوالفرح ممدوح چھٹے واسطہ سے اُن کی اولاد ہیں۔ آپ کے

حاشیہ:- بحر الانساب (مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جو مشہور تاریخ دان اور ولی اللہ ہوئے ہیں) میں آپ کی نسب کا حال سادات النبی درج ہے۔

صاحب خلاصۃ الہند نے بھی آپ کا حال لکھا ہے۔

کتاب امرائے شاہجہانی فارسی جس میں شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے امرا

والد ماجد کا نام سید محمد عنایت اللہ تھا۔ جو کہ عہد شاہجہانی میں ایک بڑے ممتاز عہدہ قاضی القضات پر متفرق علاقہ جات سیالکوٹ و کاشمیر و کابل میں حکمران تھے۔ نیز خطاب خان بہادر اور لاکھ روپیہ سالانہ دربار شاہی سے عطا تھے۔ آپ کے خلف اکبر یعنی حضرت ممدوح کے بڑے بھائی سید محمد اکرم پرگنہ منگڑی ضلع گورداسپور بعہدہ قاضی مقرر تھے۔ جب قاضی القضات خان بہادر موصوف کے انتقال کا وقت قریب پہنچا۔ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویا میں ارشاد ہوا کہ اے قاضی! تیرا وقت اب نزدیک ہے۔ اپنے وطن کو لوٹ۔ تو آپ فی الفور اپنے دار الحکومت کابل سے وطن کو تشریف

بقایا حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ذوی اقتدار اشخاص کے حالات صحیح طور پر لکھے گئے ہیں۔ ایک مشہور مستند کتاب ہے۔ اس میں حضرت موصوف کے حالات اور نسب سادات ہونا درج ہے۔ اور پنجاب کے پرانے بزرگ خاندانوں کی پرانی کتابیں جو آج سے ایک سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہیں آپ کے حسب نسب اور علم و فضل کے حالات ان میں موجود ہیں چنانچہ تیتل شریف میں ایک ایسی کتاب حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس موجود ہے

اچ شریف گیلانیاں جنہوں نے گذشتہ زمانہ میں سادات پنجاب کے شجروں کا صحیح طور پر محفوظ رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا۔ اس خاندان کا سادات گیلانی ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً سجادگانِ درگاہ غوثیہ بغداد شریف نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں پرانے شجرہ ہائے اور فرمانِ شاہانِ سلف اور دیگر کاغذات متعلقہ معافی جائداد وغیرہ اس کی شہادت دے رہے ہیں

فرما ہوئے۔ چند دنوں بعد کسی مخالف کے ہاتھ سے شہادت پا گئے۔ چنانچہ مرقد منور آپ کا چک قاضیاں ضلع گورداسپور میں زیارتگاہ خلائق ہے آپ نے سات صاحبزادے چھوڑے۔ چھ تو بڑے عالم تھے۔ لیکن

تعلیم

ہمارے حضرت ممدوح بعمر تقریباً دس گیارہ سال رہ گئے۔ جنہیں نہ تو اندوختہ پدری پر بڑے بھائیوں نے متصرف ہونے دیا۔ نہ ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ ایسی حالت میں ایک دوست نے ہمدردانہ عرض کیا۔ آپ ان کو چھوڑیں اور اپنے بل پر تعلیم کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ شانہ ہر طرح آپ کو لائق کرینگے۔ اور یہ سب آپ کے محتاج ہونگے۔ حالات بعقولی کو کو ملاحظہ فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے کمر ہمت باندھ لی۔ اور لاہور میں تشریف لے آئے۔ جہاں کہ میاں محمد غوث نامی ایک عالم متبحر تھے۔ ان سے پڑھنا شروع کر دیا۔ چند عرصہ بعد وہاں سے سیالکوٹ میں مولوی ابوالحسن فتح محمد صاحب جن کی تدریس مشہور عالم تھی کے پاس ٹھہرے اور تکمیل علوم ظاہری حاصل فرمائی۔ پھر وطن کو واپس تشریف لائے

شادی

اور نکاح کی سنت ادا کی۔ جو کہ ایک بزرگ میاں عنایت اللہ صاحب نامی ساکن بٹالہ کی دختر سے ہوئی اور وہ پہلے ہی سے بحالت حضوری آپ کی ہونہار طبیعت کے چمکتے ہوئے جوہر سے واقف ہو چکے تھے۔ اور اپنی صاحبزادی کی نسبت کر دی تھی۔ اور منتظر تھے کہ جب آپ

ان۔ فراغت تعلیم وطن کو واپسی فرمادیں تو اس کارِ خیر کو سرانجام کر دوں

ارادۂ ملازمت

الغرض جب کہ آپ کا سِن شریف بیس[۲۰] سال تک پہنچا۔ تو آپ دستارِ فضیلت حاصل کر چکے۔ پھر خواہش کی کہ مثل طریقۂ آبائی دربار شاہی میں جو کہ دہلی میں تھا جاؤں اور ملازمت حاصل کروں۔ تاکہ آرام و دولت و عزت نصیب ہو۔ پس جب بٹالہ پہنچے تو کسی مردِ خدا سے اس ارادہ سے توقف کرنا ظاہر ہوا۔ پھر اپنی حاجات کے واسطے بعض اسماءِ الٰہی نود و نو نام سے ورد شروع کیے۔ پھر اس خیال سے کہ اس وقت کا بادشاہ عالمگیر حفاظ کی قدر کرتا ہے۔ حفظ قرآن شروع کر دیا ؂

دن کو دہلی کی طرف سفر کرتے اور رات کو حفظ قرآن۔ تیسری منزل میں آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ پر پہنچے تو بے اختیار اسی آیت مبارک کا تکرار شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ از خود رفتہ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے ہر بنِ مُو سے جذبہ عالیہ قادریہ جاری ہو گیا۔ اور بجز نام غوث الاعظم میری زبان پر کچھ نہ رہا۔ اور نسبت قادریہ مجملاً میرے قلب اور سِر اور رُوح پر مکشوف ہو گئی۔ کہ اے ہماری جناب نے بے حساب کے بلائے ہوئے اور اے ہماری عنایات بے انتہا سے بھرے ہوئے خیال خام ملازمت قضا کو چھوڑ دو۔ اور ہوا و ہوس دنیاوی سے سینہ کو پاک کرو۔ اس سے آگے سفر نہ کرو۔ اور قصبہ بٹالہ میں لوٹ کر لوگوں کو دین محمدی سکھاؤ۔ اور تدریس و وعظ کو اپنا شغلہ بناؤ۔

نسبت قادری

الغرض آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت نسبت قادری نے خود بخود مجملاً میرے قلب اور روح اور سر پر آپ ظہور کیا۔ کہ تمام اذکار و اسرار حقائق مجھ پر منکشوف ہو گئے۔ اور آتشِ عشقِ الٰہی ہر وقت ترقی پر تھی۔ یہ میری محویت آٹھ روز تک غالب رہی۔ آخر طبیعت نے تسکین اختیار کی۔

تلاشِ شیخ اور حضرت محمدؒ افضلؒ کی خدمت میں حاضری

ایک مہینہ گذرنے پر پھر جذبہ غالب ہوا۔ اور دل میں یہ ٹھانی کہ کوئی شیخ کامل ملے۔ جس سے تعلیم و طریق قادری کی تکمیل کی جائے۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک روز اتفاقاً حافظ کلام اجل الشیخ الاکمل حضرت شیخ محمدؒ افضلؒ بٹالہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا شوق ظاہر کیا اور حصولِ تعلیم کی عرض کی۔ چنانچہ آپ نے

وظیفہ قلبی اور سری کی تلقین

فرمائی۔ پس جب میں نے اپنی طرف توجہ کی تو اُن وظائف و اذکار کو بوجہ اتم اپنے جسم میں جاری پایا۔ لاکن ولولۂ شوق روز افزوں تھا۔ کبھی طبیعت میں آتا کہ جنگل کو جاؤں اور کسی شخص سے نہ ملوں۔ اور کبھی سرود کی طرف رغبت ہوتی۔ لیکن عنایت غوثیہ ہر وقت شاملِ حال اور نگہبان رہتی اور ثابت قدم رکھتی اور درس کی تاکید ہوتی۔ صندوقوں کے صندوق کتب خانہ کے میرے سامنے کھلتے۔ ان ہی ایام میں ایک رات کیا دیکھتا ہوں کہ دادا پیر

حضرت ابو محمدؒ کی تشریف آوری اور تلقین

حضرت ابو محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ پالکی میں سوار میرے مکان کو تشریف لا رہے ہیں۔ اور میں استقبال کو آگے بڑھا۔ حضرت نے کہاروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا کہ محمد فاضل آگیا۔ پس یہی غرض ہمارے آنے کی تھی۔ اور مجھے ارشاد فرمایا کہ یا شریعت! شریعت!! شریعت!!! یہ الفاظ میرے دل میں ایسے موثر ہوئے کہ جن کا اکھڑنا ناممکن ہو گیا۔ میں نے رات تشریف رکھنے کو عرض کیا تو کہا کہ ہم لاہور سے بدیں غرض آئے تھے۔ چاہیے کہ تم طریق شرع پر ثابت قدمی سے رہو کہ بلا شریعت طریق ہدایت پر نہیں پہنچتا۔ اور تم جو مجذوبوں کو دیکھتے ہو۔ ان کو ظاہری عقل سے بہرہ نہیں ہوتا۔ وہ نا قابل ہیں۔ پس جب میں صبح اٹھا۔ تو سرود وغیرہ سے طبیعت کو ایسا تنفر تھا کہ ایسی مجالس کے پاس سے گذرنا بھی سخت برا معلوم ہوتا۔ اور

احکام شرعیہ کی تابعداری اور وعظ و درس

احکام شرعیہ کی تابعداری اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شوق دامنگیر ہو گیا۔ پھر طبیعت کو تسکین پڑی۔ اور حسب الارشاد وعظ و درس کا شغل اختیار کیا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ دو سال تک ایسی حالت رہی اور اس میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ قلم و زبان ان کی تحریر و تقریر سے عاجز ہے۔ اور اس امر کی برکت سے تدریس میں کسی کتاب کے مطالعہ کی حاجت نہ رہی۔ یہاں حضرت ممدوح اپنے حالات کو کتاب بیان الاسرار میں تحریر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بفضل الٰہی اب تک وہی تسکین و برکت موجود ہے۔ اور اس

وقت کی توجہ عالیہ سے ایک غزل خیال میں آئی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

ہر کہ دید است دوا بر روئے تو اے مایۂ حسن — گشت مائل ہمہ داں یا

ان ایام کے واقعات سے دو تین واقعات بطور ادائے شکرانہ ذکر کیئے جاتے ہیں :-

واقعہ اوّل۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے طریقۂ قادریہ میں داخل ہوئے قریباً چھ ماہ گذرے ہونگے کہ جناب عالیہ غوثیہ نے ایک جھنڈا مبارک میرے ہاتھ میں دیا کہ ہمارے مریدوں کو اس کے نیچے بلاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ایسے اہم امر کی مجھ میں لیاقت کہاں؟ اس وقت ارشاد ہوا کہ جھنڈے کے نیچے لانا تمہارا کام ہے۔ اور تعلیم روحانی کا ارشاد ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے دو طریق پر معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مرید کو بلانا تمہارا کام ہے۔ اور اس کو تعلیم دینے کے واسطے ہم خود تم کو سکھا دینگے۔ دوسرا یہ کہ عقیدتمند کو لانا آپ کا کام ہے۔ اور اُسے تعلیم ہم خود سکھا دینگے۔ پس بتوجۂ عالیہ ان دونوں معنوں کا ورود مجھ پر تما ہر ہے۔ کہ بعض اوقات انوار الہٰی مجھ پر بارش کی طرح برستے ہیں۔ اور بعض ارادتمندان کامل کو براہِ راست فیضان حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال لطف و احسان اس سرکارِ عالی جاہ کا مجھ پر حد سے زیادہ ہے۔ الحمد للہ۔

اس جگہ آپ چند ابیات فرماتے ہیں۔ فہوا ہذا۔

شکر گویم چونکہ دارم خاندان قادری — زانکہ بالا فیض دارد شان وشانِ قادری

مژدہ باد اے مریدانِ شافیاض نشاں — ہر مریدش تاجدار خان مانِ قادری

جذبۂ قدسیہ اش در ہر زمان سے پرورد — سے شناسد ایں عطار رازدانِ قادری

دائماں باشد سعادت در نشان قادری
چونکہ قدم شاہ بہر ذوالمقامی بر نزاست
فاضل از افضال اسرار شاہ محی الدین ہمگویم مدام
شکر گویم چونکہ دارم خاندان قادری

اسرار و معانی کا انکشاف

آپ فرماتے ہیں کہ جناب غوثیہ سے مجھے وعظ کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ جب یہ نادان تخت ہدایت پر جلوس کرتا۔ توجہات عالیہ سے صریح طور پر اسرار معانی علوم مجھ پر منکشف ہو جاتے۔ اور لقمہ لقمہ میرے منہ میں ڈالے جاتے۔ حتےٰ کہ مجھے اپنا آپ بھول جاتا تھا۔ پس اس حالت کا اندازہ میرے بیان سے باہر ہے۔ مجملاً یہ سمجھیں کہ صورت اس فقیر کی ہوتی۔ اور معنی نور پیر ہوتا۔ حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ نسبت قادریہ کا ورود مجھے چند اقسام پر ہوتا۔ پہلے جذبہ محرق۔ پھر سلوک۔ چنانچہ ابتداء میں آنجناب کبھی خواب میں کبھی بیداری میں اوراد پڑھنے کے وقت دائیں طرف سے تشریف فرما ہوتے۔ اور انوار اشغال بارش کی طرح نازل ہوتے۔ اور روز بروز مدد شریف سے جذب صاف ہوتا۔ یہانتک کہ حقایق سے حقیقۃ الحقایق تک سیر ہوتی۔ تیسرا طریقہ ورود نسبت قادریہ کا ایسا بھی ہوتا کہ تربیت روحانی بذریعہ شیخ بیعت کی جاتی۔ اسی حالت کے واقعات سے ہے کہ حضرت شیخ محمد طاہر صاحب اور شیخ ابو محمد صاحب پردادا اور دادا پیر ظاہر انمودار ہو کے آپ صاحب پانی پلاتے۔ اور روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی۔ بس اس سے زیادہ قابل بیان نہیں۔ اور تربیت جذبہ حضرت شاہ سکندر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل

ہوتا۔ صاف ارادت رکھنے والا ان باتوں کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ کے بعض اشخاص جو مخالف شریعت ہیں راغب اور جذبہ طریقت سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ حیرت ہے کہ وہ کیسی حالت رکھتے ہیں۔ کوئی شبہ نہیں کہ ایسی حالت اُن کے اپنے قصور ارادت سے ہے۔ یا اُن کی کوشش میں فرق ہے۔ کیونکہ اس طریقہ کی نسبت والے نہ صرف میری ذات سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ جناب عالیہ غوثیہ سے ہے۔ کہ ہرگز خالی از ضرر رسانی نہیں رہ سکتے پھر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ طالب طریقہ قادریہ فاضلیہ کو لازم ہے۔ کہ احکام شریعہ پر نہایت ثابت قدم ہو۔ نماز و روزہ معہ دوسرے لوازمات خدا و رسول کے فرمان کے مطابق عمل میں لاوے۔ عاداتِ رذیلہ مثلاً حسد۔ بخل بغض تکبر وغیرہ اور صحبتِ مجلسِ خلافِ شرع سے ضرور پرہیز رکھے۔ اور سرود و آلات سے ہرگز نہ سُنے۔ بلکہ بلا آلات سے بھی پرہیز رکھے۔ کیونکہ جناب عالی کی سرکار نے اس شغل سے سخت منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ان عادتوں کی درستگی کے بغیر ذکر شغل اور شب بیداری ایسا ہے جیسا کہ زمین میں بغیر کلبہ رانی زراعت کی جائے۔ یا شور دار زمین میں تخم ریزی کی جائے۔ نیز طالب کو شغلِ ظاہری کی ضرورت ہے۔ اگر فارسی عربی میں مہارت نہ ہو۔ ہندی کے رسالوں کی درس تدریس رکھے۔ کیونکہ جناب نے تعلیم و تعلیم و تعلم کو بہت پسند فرمایا ہے۔ اور مجھے درس کا حکم فرمایا ہے۔ اس تاکید کی وجہ جہالت کے بچنے کے واسطے ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض ڈھول ڈھمکہ والے فقیر جنہوں نے فقیر پیشہ مقرر کرکے لوگوں کو شکار کرنے کی سوچ رکھی ہے۔ اور محض حصول دنیا کے واسطے مجالس امرا میں علما اور درویشانِ با خدا اور اہل شرع کی مخالفت کا وتیرہ بنا

رکھا ہے۔ یہ باتیں زوالِ ایمان کا باعث ہیں جو کہ محض جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر ارشا ہوتا ہے۔ کہ طالب صادق دائرہ زمین اور جانب سخرات اور عملیات موکلات سے پرہیز رکھے۔ کیونکہ یہ باتیں راہ سلوک میں رکاوٹ پیدا کرنے والی ہوا کرتی ہیں۔ اور انسان کو اصل مدعا سے دور پھینک دیتی ہیں۔ اسی واسطے اس فقیر کا شغل محض توکل پر رہا ہے۔ اور نامِ خدا کبھی کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں لیا۔ اور امید ہے کہ انشاءاللہ اسی پر ثابت قدم رہینگے۔ نیز طالب کے عادات میں داخل ہو کر اپنے آپ کو حقیر جانے۔ اور بجز مخالفت شرع کے جو بحکم الحب للہ و البغض للہ میں داخل ہے۔ کسی سے مخالفت نہ رکھے۔ اور سیر بازار اور سیر جنگل کی نسبت حجرہ کی گوشہ نشینی زیادہ پسند رکھے۔ کیونکہ ایسی سیر جماعتِ نماز اور زیارت علماء سے محروم رکھتی ہے۔ اور سیر شہر دنیاوی رغبت رکھے گی۔ اور سیر خرابہ خرابی کی طرف رجوع لائیگی۔ اور یہی معنی موجب تسلط شیطانی کا ہوتا ہے۔ بہرحال حکم مرشد کی تعمیل عین راہِ راست اور موصل الی المطلب ہے۔ اور اس کا خلاف زہرِ قاتل۔ اللہ بس۔ ماسوا ہوس۔

جذب

چنانچہ پابندی شرع شریف اور استغراق اور نسبت قادری کے حالات میں حضرت ممدوح فرماتے ہیں۔ کہ جب میں بحکم جناب غوثیہ بٹالہ میں آیا تو قاضی عبدالحق صاحب کی مسجد میں جسکا صحن وسیع اور پر فضا تھا اقامت اختیار کی۔ ان دنوں ایک شخص کتاب

صرف ہوائی لئے ہوئے آیا۔ اور تعلیم کا شوق ظاہر کیا۔ میں نے کہا بسم اللہ فقیر اسی لئے بیٹھا ہے۔ پس میری تدریس کا ایسا شہرہ ہوا کہ دنوں میں بھاری درس ہو گیا۔ طلباء کے مجمع نے مجھے نہایت عدیم الفرصت کر دیا اور جو امور خلاف شرع یا نسبت قادریہ تھے از خود مجھ سے دُور ہوتے جاتے۔ چنانچہ ایک دن خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے منہ سے اور ریم بہ رہی ہے۔ اور یہ حالت حضور جناب عالی سے مانع ہے۔ پس نہایت مضطرابانہ حالت میں بیدار ہوا۔ اور ایک شخص حاضر الوقت سے تعبیرانہ دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ غالباً یہ آپ کی حُقہ نوشی کی عادت کی وجہ سے ہے۔ فی الفور اس تعبیر نے میرے دل پر اثر کیا اور اس کا پینا بالکل ترک کر دیا بلکہ اپنے مکان میں نزدیک آنے کو ممانعت کر دی۔ اور حضرت ممدوح اپنے حصول بیعت کے وقت کے واقعات سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میری آتش طلب بڑھ گئی تو حضرت شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کو جناب عالی سے ارشاد ہوا کہ ہم نے بٹالہ میں ایک پودا لگایا ہے۔ اس کی پرورش آپ کے ذمہ ہے۔ چنانچہ آپ بٹالہ شریف لا کر اپنے ایک معتقد کے ہاں جو کہ حضرت ممدوح کی فرودگاہ سے قریب تھا فروکش ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ صاحب موصوف کی تشریف آوری کا سن کر فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ لاکن مجھے آپ کی بعض ظاہری عادات پر بدعت کا شبہ ہوا۔ الغرض میں متردوانہ واپس آ گیا۔ جب رات ہوئی تو دربار میں حضرت شیخ ابو محمد صاحب دادا پیر کی زیارت ہوئی۔ کہ آپ ریش مبارک پر

دیکھ جانب ہماری فاضل محمد اے کہ ہیں فرماتے ہوئے رکھے ہاتھ
لازم کو محبت کی آپ اور جان غنیمت کو افضل محمد شیخ بیعت اور
ہوئے بیدار آپ پس آئیگا۔ میسر نہ شیخ کوئی مثل کی آپ کہ پکڑ
بیٹھا وہیں تک صبح تھا۔ بند ابھی جوکہ پہنچے پر شیخ دروازہ فوراً اور
یعنی ہوا۔ گر جلوہ میں ظہور سے بطون آفتاب کا حقیقت وہ جب رہا۔
دہلیز سے طلب پرجوش کو شخص ایک نے آپ تو لائے تشریف باہر شیخ
مشاہدے اس کو آپ پایا۔ ہوئے لگاتے نعرہ "واشوقا" ہوئے رکھے سر پر
اور گئے۔ لے میں حجرہ کر پکڑ ہاتھ کا صادق طالبِ اور آیا۔ بھر جوش سے
مشرب بزرگانِ طریقہ اور دیئے۔ اٹھا پردے کے غفلت میں واحد آنِ
کے جذبات کر ہو دور سے دل وغیرہ وہم تمام سے جس دیا۔ کر ظاہر
اور گئے۔ دوڑ کو جنگل ممدوح حضرت کہ حتےٰ دیا۔ کر اختیار بے نے غلبہ
اختیار بے مبارک خسر کے آپ بعد کے ہفتے دو دیا۔ بھلا پینا کھانا تک روز کئی
کھانا اور کرائے۔ تن زیب کپڑے کر لا واپس کو آپ اور گئے جنگل کر ہو
ایک رات تمام اور کیا۔ نہ قبول نے آپ لیکن کی۔ کوشش کی کھلانے
جاری ذات اسم اور رہے۔ کھڑے پکڑے تھی میں دیوار کی گھر کہ جو کو کھونٹی
کہ تک یہاں گئے۔ لے تشریف جنگل پھر اور کھینچا۔ ہو نعرہ تھے رہتے کرتے
آپ علیہ اللہ رحمتہ افضل محمد شیخ پھر گیا۔ ہو صاف خوب قلب کا آپ
گیا۔ ہو حاصل تسکین مرتبۂ کو آپ سے جس فرمائی۔ توجہ اور گئے پہنچ پاس کے
کہ ہوتی۔ حالت ایسی میں اس کیا۔ شروع وعظ و تدریس و تعلیم طریقہ پھر
ایسی میں مبارک وعظ جاتا۔ ہو انکشاف پر آپ کا باطنی و ظاہری علوم
اور ہوتا۔ اکٹھا ہجوم کا لوگوں سے دور دور کر سن شہرت تاثیر

آئندہ جمعہ تک شائقین کا آپ کے کلام مبارک کے سننے کو دل بے اختیار رہتا۔ جس وقت کلام فرماتے مجلس پہ وجد طاری ہوتا۔ بلکہ اثنائے وعظ میں بعض وقت آپ پر بھی جذب کی حالت ہو جاتی۔ اور فرماتے کہ تمہارے سب حالات اور دلی ارادوں سے پروردگار نے مجھے واقف کر دیا۔ اگر چاہوں تو ایک ایک سے تمہیں خبر دیدوں۔ لاکن پابندی شرع شریف پردہ دری کی اجازت نہیں دیتی۔ اور بعض وقت ارشاد ہوتا۔ کہ اے مومنان! پروردگار نے مجھ پر اسقدر علوم کے دروازے کھولے ہیں۔ کہ اگر مجھے نوح کی عمر ہو تو لفظ لیسین کے معنی بھی ختم نہ ہوں۔ اور آخر وعظ پہ دعا فرماتے کہ الٰہی اس خاندان کو قیامت تک قائم رکھ اور ترقی فرما۔ آپ کے جذب کی یہ حالت تھی کہ آپ کے ہاں محمد نامی فرزند پیدا ہوئے، جن کی تولید کے روز سے انگلیاں وظیفہ خوانوں کی طرح متحرک رہتیں۔ چنانچہ اس حالت غریبہ کی زیارت کے واسطے لوگ آیا کرتے۔ ایک دن آپ نے بھی یہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ تو اسی وقت ارشاد کیا کہ یہ بچہ عنقریب فوت ہو جائیگا۔ اور پھر ہُو کی آواز کھینچتے ہوئے، جنگل کو تشریف لے گئے۔ ابھی ایک دو روز ہی گذری تھے کہ صاحبزادہ انتقال کر گئے۔

جب صاحبزادہ مرحوم کا جنازہ لوگ لے جا رہے تھے۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کس کو لے جا رہے ہیں؟ عرض کیا کہ "جناب کا صاحبزادہ ہے" پھر آپ نے کفن اٹھا کر چہرے کی طرف دیکھا۔ اور نعرہ اسم ذات کا لگاتے ہوئے پھر جنگل کو تشریف لے گئے۔ اور آپ کے جذب کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ مراقبہ میں بیٹھے ہو ملے تھے۔ سامنے سے ایک جانور گذرا

آپ کی نگاہ اس پر پڑی ہی تھی کہ وہ مرگیا ۔ جب یہ خبر آپ کے شیخ کو پہنچی تو حکم ہوا کہ اے بیٹا بس کر اور جلالت کی تلوار کو نیام میں بند کر دو تاکہ مخلوقِ خدا آپ کے دربار فیضان سے فائدہ اٹھائیں اور گمراہوں کو ہدایت ہو۔ پس حضرت نے مرتبہ غمگینی اختیار کیا۔ اور ہدایات خلائق میں مشغول ہو کر اپنے تصرفات میں لاکر داخل سلوک کئے ۔ حضرت ممدوح کے حالات مجالس وعظ میں سے ہے ۔ کہ ایک شخص محمد قائم مفتی سے روایت ہے ۔ کہ میں اپنی جوانی کے وقت بہت بڑے عیاشوں سے تھا ۔ اتفاقاً ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا ۔ دیکھا کہ بہت آدمی جمع تھے ۔ اور ہرایک فرد گریہ زاری کر رہا تھا ۔ آپ کے کلمات طیبات کے اثر سے ہرایک پر جذب طاری تھا ۔ میں ادب سے بیٹھا رہا ۔ ناگاہ آپ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ اے جوان آگے آ ۔ میں فوراً سامنے آیا ۔ فرمایا کہ تم نے مونچھیں کیوں بڑھا رکھی ہیں ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ آپ کا اختیار ہے جیسے حکم ہو ۔ پس آپ نے قینچی منگوا کر اپنے دست مبارک سے میری مونچھیں درست کر دیں ۔ پھر فرمایا ۔ اے عزیز! احکام شرعیہ پر ثابت قدم رہو ۔ کیونکہ اس کے بغیر نجات محال ہے ۔ میں نے عرض کیا سَمِعْتُ وَاَطَعْتُ یعنی سن لیا اور قبول کیا ۔ اس وقت اپنے گھر میں آکر تمام بدعت کا کارخانہ توڑ دیا ۔ اور خدائے تعالےٰ سے عہد کر لیا کہ میں ان امور کا پھر مرتکب نہ ہونگا ۔ عزیزان! آپ کے تھوڑے سے ارشاد اور تھوڑی ہی نظر توجہ کا میرے پر یہ اثر ہوا ۔ کہ دل کی تمام تاریکی دور ہو گئی ۔ اور آتشِ عشق نے میرے سینہ میں ایسا غلبہ کیا ۔ کہ مجھے سب کام کاج بھول گئے ۔ اور ایسی بے چینی ہوئی کہ رات کا کٹنا مشکل ہو گیا ۔ یہی انتظار کہ

کب صبح ہو اور مجھے اس آفتابِ ہدایت کی صبح صادق میرے دل پر ظہور ہو۔ تا آنکہ صبح ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسجد قاضیاں میں آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اور بعد اختیارِ بیعت حصولِ گوہرِ مدعا سے بہرہ یاب ہوا۔ سہ

تنہا نہ من بہ بندگیت سر نہادہ ام عالم غلام حُسنِ تو شد ایں کمینہ ام

پھر آپ نے مجھے ذکرِ جہر کی تعلیم فرمائی۔ اور تاکید کی کہ اس میں سُستی نہ کرنا۔ اور اپنے اوقات کو یادِ خدا کے بغیر ضائع نہ ہونے دینا۔ جب میں نے ذکرِ جہر کرنا شروع کیا۔ تو میرے خویش و اقارب نے جو ان باتوں سے ناآشنا تھے۔ مجھے ہنسی مخول سے تنگ کرنا شروع کیا۔ میں نے ان کی حرکاتِ ناشائستہ سے تنگ آکر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ تو ارشاد ہوا گھبرا نہیں۔ اپنا کام کئے جاؤ عنقریب یہی منکر تمہاری اطاعت میں آئینگے۔ اور دربارِ غوثیہ کی غلامی اختیار کرینگے۔ پس اُسی روز میں ان کی ہدایت کی توقع میں ان کی تکلیفات برداشت کرتا اور اپنے کام میں مشغول رہتا۔ تھوڑے ہی روز ہوئے تھے کہ کسی وجہ سے میں ذکر نہ کر سکا وہی لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا جو کہ ہماری راحت اور ہدایت کا باعث تھا۔ دن بدن اُن کے شوق نے اس قدر ترقی کی کہ مجھ سے انہوں نے ہادیٔ کامل کے پاس لے جانے کی درخواست کی۔ میں ان عزیزوں کو حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ اور اُن کی قبولیت کے واسطے عرض کی چنانچہ آپ نے مہربانی سے ہر ایک کو بیعت میں قبول فرمایا۔ اور راہِ ہدایت دکھایا۔ ان میں سے شیخ عبدالقادر نامی اور شیخ عبدالغفور

نے حضور کے زیادہ جان نثار ہو کر زیادہ مقبولیت حاصل کی غفراللہم وسائر المومنین۔

مقصد زندگی

جب حضرت ممدوح کے علم و فضل کشف و کرامت اور روحانی زندگی کی مشہوری ہو گئی تو لوگوں نے آپ کے جائے قیام محلہ قاضیاں کو محلہ میاں صاحب کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

قاضی صاحبان اس امر کو برداشت نہ کر سکے۔ اور یہ ٹھانی کہ آپ کو محلہ سے خارج کر دیا جائے۔ لاکن خود جرأت بھی نہ رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بزرگ قاضی ہیبت اللہ ابن قاضی عبدالحی صاحب کو جو کہ ان دنوں شاہجہان بادشاہ وقت کے پاس بڑے معرز عہدے پر تھے۔ خط لکھا۔ کہ ایک شخص ہمارا ہم جد چک قاضیاں سے ہمارے محلہ میں وارد ہے۔ لوگوں نے اس کی اتنی شہرت اور خدمت اٹھا رکھی ہے۔ کہ ہمارے بزرگوں کا نام بھی برباد ہو گیا ہے۔ اور ہمارے محلہ کا نام بھی اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے

قاضی صاحب نے بہت خفگی سے حکم دیا کہ ہمارا حکم پہنچتے ہی۔ اس کو محلہ سے نکال دیا جائے۔ ادھر ان کے تمام بچے اور متعلقین چونکہ آپ کی خدمت میں علم حاصل کرتے تھے۔ اس لئے اس خط کو پیش نہ کر سکے۔ بلکہ آپکو زیر مطالعہ ایک کتاب میں رکھ کر چلے گئے

تعمیر مدرسہ قادریہ

جب آپ کی نگاہ اس خط پر پڑی۔ اس وقت آپ تبدیلِ مکان

کے ارادے سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس خبر کے مشہور ہوتے ہی جملہ اکابرین اور معتقدین شہر نے اپنے اپنے محلہ میں قدوم میمنت لزوم کے لے جانے کے لیے عرض کیا۔

ارشاد ہوا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ لاکن میری وجہ سے شاید تم کو دقت ہو۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ میں شہر کے باہر سکونت اختیار کر لوں۔ پھر شہر کے جانب شرق ایک زمین جو کہ مدت سے کھنڈرات کے طور پر پڑی ہوئی تھی۔ اڑھائی روپیہ فی مرلہ کے حساب سے خریدی گئی۔ اور مدرسہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کی تعمیر کے ارادے سے کچی اینٹوں کا انبار لگایا گیا۔ چونکہ ارادۂ خداوندی کچھ اور تھا۔ اس لئے اتنی بارش ہوئی کہ وہ تمام اینٹیں کیچڑ بن گئیں۔ حضرت ممدوح نے بارگاہ جناب باری میں عرض کیا۔ کہ اے ملجائے و ماوائے من جبکہ حسب الارشاد عمارت تیار کی گئی تھی۔ تو اس معاملہ کے پیش آنیکی کیا وجہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ عمارت خام ہمارے مدرسہ کی شان کے خلاف ہے۔ اس لئے پختہ عمارت شروع کی جائے۔ پس صبح کے ہوتے ہی ہر طرف سے فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ اور اینٹیں و لکڑی و معماران و دیگر ضروریات عمارت خود بخود آنی شروع ہو گئیں۔ اور چند دنوں میں مکان عالیشان بن کر تیار ہو گیا۔

حضرت نے رہائش و تدریس طالبانِ علوم ظاہریہ و باطنیہ کی شروع کر دی۔ ان ہی دنوں کا واقعہ ہے۔ باغیچہ شمشیر خاں غازی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ مرحوم نے اپنے بٹالہ کے عہد حکومت میں باغیچہ و مسجد و تالاب و مقبرہ حسبتاً للہ تیار کرایا تھا۔ وہاں سے عمارت مدرسہ میں کچھ لکڑی خرید کر لگائی

چونکہ وہاں کی لکڑی اہلِ دنیا استعمال نہ کرتے تھے۔ اگر کرتے تھے۔ تو نقصان اٹھاتے تھے۔ اس لئے حضور انور کی اس کاروائی پر بعض بعض لوگ متردد تھے۔

چنانچہ مراقبہ کے وقت حضرت نے شمشیر خاں غازیؒ کو سبز لباس پہنے ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے دیکھا کہ خفگی سے کہتا ہے۔ کہ:۔

"آپ نے میری لکڑیوں کو کیوں استعمال کیا۔"

آپ نے فرمایا۔ "میں نے سنا تھا کہ تیرا باغیچہ وقف ہے۔ اور میں نے بھی مدرسہ حسبتاً للہ تیار کیا ہے۔ اس لئے لکڑی استعمال کی گئی" اُس نے کہا۔ واقعی ایسا ہے۔ تو آپ جسقدر لکڑی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ کر سکتے ہیں۔ آئندہ میری طرف سے بھی اجازت ہے۔

تعمیر مدرسہ سے پہلے ایک مجذوب درخت بڑ کی شاخوں سے جو کہ مدرسہ کی دیوار کے قریب تھا لٹکا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ یہاں انوارِ الٰہی تجلّے کر رہے ہیں۔ ایسے کلمات سے لوگ متعجب ہوتے کہ ایسی بے آباد جگہ میں انوار الٰہی کہاں چمک رہے ہیں۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد مدرسہ عالیہ قادریہ کی تعمیر اور حضرت ممدوح کی تشریف آوری سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔

مدرسہ شریف کی تعمیر ایک عمدہ نقشہ کے مطابق کی گئی۔ جسکے جانب شرق لنگر خانہ کا دالان اور اس کے متعلق غلہ وغیرہ کے لئے کوٹھڑیاں تیار ہوئیں۔ اور جانب غرب دالان اور بغلوں میں کوٹھڑیاں رہائش درویشاں کے لئے بنائی گئیں۔ اور جانب جنوب عمارت موسومہ

یہ سفید دالان جس کے دریچوں کے آگے ایک چبوترہ ہے۔ پیچھے کمرہ موسم گرما کے لئے اور بغل میں حجرہ وظائف کا حضرت نے اپنی رہائش اور اپنے جانشینان کی آسائش کے لیے تیار فرمایا۔ اور اس کے بالمقابل کا دالان اور بغلوں میں کوٹھڑیاں درس طلبا کیلئے مخصوص کئے گئے۔ اور شمال و غرب کے کونہ میں ڈیوڑھی و شرق و جنوب کے احاطہ کو عمارت یا ورچی خانہ اور کنوئیں سے آباد کیا گیا جب اس کنوئیں کا پانی نکلا تو ایسا کھارہ تھا کہ اس کا پینا اور کھانے میں ڈالنا ناممکن تھا۔ آپ نے اس کا پانی نکالنا بند کر دیا ÷

جب ایام عرس مبارک جناب حضرت محبوب سبحانی قریب آئے تو ارشاد ہوا کہ کنواں کھول دیا جائے۔ جس سے آپ نے خود پانی پیا۔ چنانچہ وہ ایسا شیریں اور سرد تھا کہ تمام شہر کے کنوئیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور مدرسہ شریف کے سامنے باہر قریب تر ایک مسجد خام عمارت سے تعمیر کی گئی۔ جس میں حضرت ممدوح روزانہ نماز ادا کرتے تھے۔ ایک روز حسب دستور حضرت ممدوح مسجد میں تشریف لائے۔ ارشاد ہوا کہ "مدرسہ شریف پختہ ہو اور مسجد خام؟ یہ مناسب نہیں"۔ اسی وقت حاضرین میں سے حضرت نصیر الحق رحمتہ اللہ علیہ جو کہ حضرت کے خلیفہ اعظم اور جان نثاران میں سے تھے۔ کمربستہ ہو گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے مسجد خام کو مسمار کر دیا۔ پھر تو جملہ خدام اس کی پختہ عمارت کی تیاری میں نہایت شوق سے سرگرم ہوئے ÷

مشہور ہے کہ شروع عمارت کے وقت ایک شخص نے پانچ پیسے

پیش کئے۔ اور عرض کیا کہ میری طرف سے یہ ناچیز نذر منظور کی جاوے۔ اور عمارت مسجد میں خرچ کی جاوے۔ پھر اس قدر فتوحات شروع ہوئیں۔ کہ اجرت معماران اور دیگر اخراجات روزانہ برابر ہوجایا کرتے۔ اور مسجد شریف ایک پیمانہ پر آٹھ دس دن میں تیار ہوگئی ❊

جب حساب آمد و خرچ جمع کرکے مقابلہ کیا تو وہی پانچ پیسے باقی نکلے۔ حضرت نے فرمایا چونکہ ہم بھی زمرۂ مزدوران میں سے ہیں۔ یہ ہمارا حصہ باقی ہے۔ اس کی شیرینی لاکر تقسیم کی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ❊

تعمیر جامع مسجد

اس سے کچھ عرصہ بعد مدرسہ شریف میں مشرق کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ مسجد جامع تعمیر کی گئی ❊

کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد رکھنے کے وقت چھ آدمی اولیائے کرام جن میں سے ہر ایک کشف و کرامات میں شہرۂ آفاق تھا۔ تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے مسجد کی بنیاد کو مضبوط کیا۔ بعد ازاں نور محمد خان حاکم وقت بٹالہ نے اپنے کارکنان کو حکم دیا۔ کہ اس مسجد کا خرچ خزانۂ شاہی سے دیا جاوے۔ اور تم لوگ حضرت کی حسب منشا اس کی تعمیر کرادو۔ چنانچہ انہوں نے نہایت سعادتمندی سے اس کام میں حصہ لے کر حضرت کی خوشنودی حاصل کی۔ اور مسجد شریف گنبد دار بڑی عالیشان بناکر تیار کی ❊

لنگر شریف

حضرت ممدوح اکثر لباس عالمانہ پہنتے۔ اور جملہ فتوحات کو لنگر شریف

میں خرچ فرماتے۔ بلکہ عموماً فرمایا کرتے کہ خدائے تعالےٰ میرے پاس لاکھ روپے روزانہ بھیجیں تو انشاء اللہ صبح سے شام تک خدا کے نام پر خرچ کردوں اور جبہ اس میں سے جمع نہ کروں۔

طلباء اور مسافروں سے ایسا اُنس تھا۔ کہ جس وقت اُنہیں دیکھتے۔ اُن کی پرورش اور ہر قسم کی نگہداشت میں مشغول ہو جاتے۔

اور سوار نذر جناب عالی پیر دستگیر غوث اعظم جو کہ بطور نذر اللہ جناب عالی کے لنگر شریف کے واسطے لوگ مقرر کرتے تھے۔ اور کسی قسم کی رقم وغیرہ کو قبول نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے۔ کہ ایک شخص سید فقیر اللہ بھاکری آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور گیارہ روپے پیش کئے۔ آپ نے مطلق اُن کی طرف توجہ نہ کی۔ اور نہ ہی کسی خادم کو رقم مذکور کے اٹھانے کی جراُت ہوئی۔ شخص مذکور نے قبولیت نذرانہ کے واسطے پھر عرض کیا تو آنحضور نے فرمایا۔ کہ صاحبزادہ! میں غلام غوثیہ ہوں۔ مجھے مالِ زکوٰۃ سے کیا کام؟ اس کو اٹھالو اور کسی محتاج کو دو۔ جب سیّد موصوف نے جناب کے اس کشف سے آگاہی پائی اور ساتھ ہی ایسے اموال سے لاپرواہی دیکھی۔ تو دل سے قائل ہوا۔ اور طالب معافی ہوکر چلا گیا۔ الغرض آپ کا زہد و ورع اور مرتبہ فنافی الشیخ لاثانی تھا۔ اور ظاہری علم و فضل میں آپ یگانہ روزگار تھے۔ چنانچہ مشہور ہے۔ کہ

تصانیف

آپ کی تصانیف جو کہ مختلف علوم میں تھیں۔ سَو سے اُوپر تھیں

جن میں اوراد اور علم تصوف کی تعداد زیادہ ہے۔ خاصکر کتاب بیان الاسرار شرح قصیدہ خمریہ عربی زبان میں نہایت مبسوط ہے۔ ایک ایک بیت کی شرح میں صرف و نحو۔ بلاغت۔ معانی۔ منطق۔ عروض وغیرہ علوم سے اشارات دئے گئے ہیں۔ اور بڑی بھاری کتاب ہے۔ باریک خط میں متوسط تقطیع کی قریباً ہزار ورق کی کتاب ہے۔ باوجود اس کے آپ کو درس ظاہری و باطنی اور اکثر اوراد و اشغال اور مایحتاج درویشان و متعلقین کے سرانجام میں سخت عدیم الفرصتی تھی۔ پھر ایسی تحریر و تصانیف بجز تائیدِ غیبی طاقتِ بشری میں ناممکن ہے۔ الغرض آپ کے اوصافِ حمیدہ و خصائل جمیلہ اور طاقت روحانی اور فضیلت و کثرتِ کرامات کے بیان کے واسطے ایک بڑی ضخیم کتاب ہونی چاہیئے۔

اے کمالِ تو برتر از ادراک	شانِ تو ظلِ رفعتِ لولاک
برتر از حدِ عقل او صافت	خارج از وسع خواہشِ لطافت
گنگ از وصفِ تو زبانِ ہمہ	گنگ در نعتِ تو گمانِ ہمہ

آپ کے خلف الصدق حضرت سید غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرتِ ممدوح وضو فرما رہے تھے۔ اور میں ہاتھ باندھے سامنے کھڑا تھا۔ آپ نے عمامۂ مبارک سر سے جدا کیا۔ اور فرمایا کہ بال بہت کم ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جب موسم زمستان آخر ہوتا ہے تو بال اُکھڑا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہی نہیں کہ موسم آخر ہے۔ بلکہ ہماری عمر کا موسم بھی آخر ہو چکا ہے۔ چنانچہ چند یوم کے بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا —

یوم وصال

جب آپ کی عمرِ شریف ۵۰ سال سے متجاوز ہو چکی۔ تو بتاریخ ۷ ذو الحج ۱۱۵۱ھ ہجری تدریس سے فارغ ہو کر آپ سیر کو تشریف لے گئے مسجد کے پاس چھوٹا احاطہ تھا۔ وہاں شکر اللہ نامی درویش نے کچھ زراعت کر رکھی تھی۔ وہاں تشریف لائے۔ اور ایک جگہ پاؤں کی انگشت مبارک سے مساس کیا۔ اور درویش مذکور کو ارشاد فرمایا۔ کہ اس احاطہ کی فصل کا غلہ گھر سے لے لو۔ اور کھیتی کاٹ کر مویشیانِ سرکاری کو کھلا دو۔ پھر مدرسہ شریفہ میں تشریف لا کر آپ لیٹ گئے۔ اور ظہر کے قریب اُٹھے۔ اور فرمایا۔ کہ سبحان اللہ آج کیا مبارک دن ہے۔ میری ولادت کا دن یہی تھا۔ پھر قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور پھر لیٹ گئے اور فرمایا۔ کہ سر کو چکر آ رہا ہے۔ خدمتگزار نے عرض کیا کہ آپ آرام فرمائیں۔ تاکہ افاقہ ہو۔ فرمایا۔ ہاں آرام کرتا ہوں لاکن اور ہی آرام ہے۔ اور کلمہ شریف اور اسم اعظم یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِر شَیْئًا لِلّٰہ پڑھتے ہوئے چادر لپیٹ کر سو گئے۔ اور حاضرین چپ چاپ ہو کر بیٹھ گئے اس خیال سے کہ آپ کے آرام میں خلل نہ ہو۔ لیکن آپ انتقال فرما چکے تھے۔ جب وقتِ عصر ہو گیا۔ تو خدا بخش نامی جو عاشقانِ حضرت ممدوح سے تھا۔ فریاد کرنے لگا۔ کہ اے یارانِ طریقت میرے شیخ نے تو کبھی مستحب نماز ترک نہیں کی اب تو وقتِ فرض گذر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ وفات پا چکے۔ بس پھر تو طالبان و عاشقانِ زار کیواسطے نمونۂ قیامت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون رحمت اللہ علیہ الرحمۃ کاملہ۔

جب آپ کو غسل دینے کا وقت آیا۔ تو کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ سرمبارک سے عمامہ جدا کرے۔ اس وقت حضرت نصیر الحق رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے خاص خلیفۂ جاں نثار تھے۔ سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلائے۔ تو عمامہ آپ کے ہاتھوں میں آ گیا۔

مشہور ہے۔ کہ جب آپ کا جنازہ شریف دفن کو لے جا رہے تھے۔ تو ہمراہیان رنج و افسوس کی حالت میں آپ کی ظاہرہ جدائی سے گھبراہٹ میں مجنونانہ وار چل رہے تھے۔ ایسے وقت ایک شخص نالائق نے غنیمت سمجھ کر بدنیتی سے آپ کی انگشتری اتارنے کا ارادہ کیا۔ لاکن انگشتِ مبارک خود بخود ٹیڑی ہو گئی۔ اور وہ ہٹ گیا۔ دیکھا تو انگشت سیدھی ہے۔ پھر اس کو وہی فاسد خیال پیدا ہوا اور انگشت ٹیڑی ہو گئی۔ حتیٰ کہ تین بار ایسا ہوا۔ تب اس شخص کے دل پر سخت رعب طاری ہوا۔ اور اپنے خیال سے باز آیا۔ پھر اپنے سابقہ افعالِ قبیحہ سے تائب ہو کر نیک بندوں میں شامل ہوا۔

آپ کی وفات کے وقت سب خدمتگاران و متعلقین اس صدمہ سے اپنی ایسی بے خودی کی حالت میں آہ و زاری میں مشغول ہوئے۔ کہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین میں دیر ہو گئی۔ تب برکات خان نامی حاکم شہر بٹالہ شریف نے سنا اور فوراً حاضرِ دربار ہو کر درویشوں کو تجہیز و تکفین کے کام پر آمادہ کیا۔ اور کہا کہ خرچ لاؤ۔ ہم خود انتظام کرتے ہیں۔ لاکن معلوم ہوا کہ تین روز سے لنگر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ چہ جائے کہ ایسے بھاری خرچ کا سامان۔ پس خان مذکور کو آنحضرت کی وہ دعا یاد آئی جو کہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی ہوئی تھی۔ کہ مجھے دنیاوی سامان سے ایسا متوکل کر کہ آخیر وقت میں میرے کفن دفن کا سامان تک بھی جمع نہ

ہونے پائے۔ الغرض اسی وقت سامان خود بخود جمع ہو گیا۔ اور نماز عصر کے وقت بڑے جم غفیر کے ساتھ بڑی مسجد میں جو کہ متصل خانقاہ شریف ہے۔ نماز جنازہ ادا ہوئی۔ اور جسم مبارک دفن ہو کر تاقیامت مرجع زائرین ہوا ۔

کرامات

روایت ہے کہ محمد محسن نامی جو کہ آپ کے خاص معتقدین سے تھا آپ کے انتقال کے چند روز بعد اراضی کے غلہ کی فراہمی کیلئے گاؤں میں گیا۔ مگر مزارعان نے ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ مغموم و پریشان شہر کی طرف لوٹ رہا تھا۔ جب بڑے تالاب کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت صاحب وہاں وضو فرما کر نوافل اشراق میں مشغول ہیں۔ چنانچہ فراغت نماز کے بعد محمد محسن آپ کی وفات کو بھول کر پاؤں مبارک پر گر پڑا۔ اور دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کی حیرانی و پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی۔ اُس نے مزارعان کی نسبت فریاد پیش کی۔ تب حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ واپس لوٹ جاؤ۔ ہم نے ان کو فہمائش کر دی ہے۔ وہ غلہ ادا کر دینگے۔ چنانچہ جب وہ واپس گاؤں کو لوٹا تو اُس کو آپ کی وفات یاد آگئی اور جلدی سے پیچھے کو بھاگا۔ دیکھا تو آپ وہاں موجود نہ تھے۔ پھر روتا ہوا گاؤں کو چلا گیا۔ اور اپنے مزارعان کو راستہ میں منتظر پایا۔ اور بخوشی غلہ حاصل کر کے اپنے گھر کو چلا آیا ۔

آپ کے انتقال کی تاریخ ۷ ماہ ذی الحج ۱۱۵۰ھ ہے جو کہ لفظ

پیر خود آمد کرامت

"غمِ عام" اور رباعی ذیل سے بھی نکلتی ہے۔ ۱۳۹۵ھ

زہجرِ شاہ فاضل معدنِ فیض
بگوئی غم شدہ منزل گہ من

بیانِ سازم شنو سالِ وصالش
بہ بزم مرقلہ شد زیب از مہ من

عمر شریف بہتر سال کی تھی۔ آپ کی کرامات و فضائل بے انتہا ہیں۔ آپ کی ذات ہے جس کو خدا اور آپ کے شیخ اجل سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہی جانتے ہیں۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کثرت سے ہوئے ہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

خلیفۂ اول حضرت میاں نصیر الحق مرحوم رحمتہ اللہ علیہ آپ کے مشہور خلفاء سے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنا مال و جان جائداد وغیرہ آپ کی محبت میں نثار کر دیا۔ اور مدت عمر حضور کی خدمت میں حاضری اختیار کی۔ اور آپ کے دربار شریف میں ہی جان دیدی چنانچہ آپ کی قبر شریف حضرت ممدوح کے چبوترہ کے ساتھ موجود ہے۔ آپ کی اپنے شیخ پر ایسی جان نثاری تھی۔ اور تعمیلِ ارشاد کو ایسا لازم سمجھا ہوا تھا۔ کہ آپ کو خسروِ ثانی کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ آپ قوم بنی اسرائیل سے سپاہی مرد تھے۔ ابتداءً حضرت ممدوح کی خدمت میں ظاہری علم کے حصول کے شوق میں حاضر ہوئے۔ جب تحصیل سے فراغت ہوئی۔ اور حضور ممدوح کے فیضانِ صحبت نے درویشی کا اثر ان کے دل پر نقش کر دیا۔ تو درخواست

کی کہ مجھے علمِ باطنی سے واقف فرمایا جائے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ پہلے دور دراز ممالک میں سیر کرو۔ اگر تمہارا مقصود کسی جگہ سے حاصل نہ ہوا تو جو تمہاری قسمت کا میرے پاس ہو گا۔ تفویض کیا جائیگا۔ چنانچہ آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چند مدت سیر پر رہ کر واپس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ؎

باکناف عالم بگشتم بسے بجز تو مربی نہ دیدم کسے

اس معروض کے سُننے سے آنحضور کا دریائے عنایت جوش میں آیا۔ اور بعیت فرما کر خرقہ درویشی عطا فرمایا۔ اور تمام درویشوں سے ممتاز کر دیا۔ مشہور ہے کہ خلیفہ موصوف ابتداء میں کلاہ چاک دار زیب سر کیا کرتے تھے۔ آنحضور نے ایک روز خود منع فرمایا۔ لاکن خلیفہ نے اُسے اتفاقی بات سمجھ کر عمل سے غفلت کی ایک روز حضرت ممدوح دوستانِ خدا کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور یہ جملہ بھی زبانِ مبارک سے نکلا کہ ایک مرید اپنے پیر کے حکم کی مخالفت کیا کرتا تھا۔ اُس وقت خلیفہ موصوف آپ کے پاس کھڑے ہو کر مگس رانی کر رہے تھے۔ اس بات کے سننے سے بے اختیار عرض کیا کہ یا سیدی! عجیب مرید تھا جو اپنے شیخ کی مخالفت جائز جانتا تھا اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ تیری مانند ہو گا۔ کہ ہم نے تمہیں بارہا اس ٹوپی کے پہننے سے منع کیا ہے اور تمہیں اثر نہیں ہوا۔ پس خلیفہ نے فوراً ٹوپی کو اتار کر رکھ دیا۔ اور آپ نے اُسے پارہ پارہ کر دیا۔ اور بکمالِ جلال سے ارشاد کیا کہ اے بیخوف دور ہو جا۔ پھر ہمارے سامنے مت آنا۔ پس خلیفہ اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور

دروازہ بند فرماکر ہر وقت خوفِ شیخ سے نالاں وگریاں رہتے
آخرالامر اسی حالت میں آپ سفر کو نکل کھڑے ہوئے۔ ناگاہ
سنبل مراد آباد پہنچکر اقامت اختیار کی۔ لاکن فراق کی بیقراری اور
بڑھتی جاتی تھی۔ کبھی کبھی حضرت صاحبزادہ سید غلام قادر شاہ صاحب
کی خدمت میں خط وکتابت کرتے۔ اور کبھی اشعار غزلیات و مدح
پیر کی تصنیف سے دل بہلاتے۔ چنانچہ اس اقامت کے اثنا میں
آپ کے بہت سے اشعار و غزلیات وغیرہ موجود ہیں۔ ایک دن
صاحبزادہ صاحب موصوف جواباً خط تحریر فرمارہے تھے۔ کہ حضرت
اعلیٰ کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ذرا ہمیں دکھاؤ۔ اگرچہ خط
پیش کر دیا۔ لاکن خوفِ جلالت سے صاحبزادہ صاحب ترساں
ولرزاں ہوئے۔ اُدھر دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ اور اپنے
دستِ مبارک سے اسی خط پر کلمۂ نصیرا۔ سنبل مراد آباد" تحریر
فرمادیا۔ اُن کے مشاہدہ سے نہایت خوش ہوئے۔ اور قاصد کو فوراً
خوشخبری پہنچانے کی تاکید کی۔ پس وہ عاشقِ شیخ خط دیکھتے ہی باوجودیکہ
اس علاقہ میں آپ کا بہت رسوخ ومحبت پیدا ہو گئی تھی۔ فوراً بلا اطلاع
کسی محب کے بہت جلد قطع منازل کرکے حاضرِ دربار ہو گئے۔ حضور
اعلیٰ نے قصور معاف فرماکر پہلے سے بھی زیادہ نوازشات اور
مہربانیاں شروع کر دیں۔

لکھا ہے کہ نصیرالحق صاحب اپنے شیخ کے معافی دینے پر مراد آباد
سے بٹالہ کی طرف آرہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں میں ٹھیرنے کا
اتفاق ہوا۔ یہاں مخالفین مذہب طریقت کا بہت سا گروہ آباد تھا

وہاں کے سردار نے آپ کی گستاخی کی۔ جس پر آپ ملال خاطر ہو کر سو گئے دیکھتے ہیں کہ حضرت ممدوح تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے نصیر الحق! تجھے اس شخص نے بہت تکلیف دی ہے۔ خدا اُس کا منہ خراب کرے جس وقت آپ خواب سے بیدار ہوئے۔ اُس وقت اُس شخص کا منہ متورم ہونا شروع ہوا۔ اور ایسے درد شدید میں مبتلا ہوا کہ اُس کی حالت نازک ہو گئی۔ ناچار اُس کے اقربا نے آپ کے پاس اُس کی طرف سے معافی مانگی۔ اور اس کی شفا کے واسطے دُعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا۔ یہ سب کچھ میرے پیر کے غضب کی علامت ہے۔ آؤ ہم تم مل کر بٹالہ کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ حضرت نصیر الحق صاحب نے دُعا کی کہ اے میرے شیخ! تو سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اور یہ سب اشخاص اپنے کئے پر نادم ہیں۔ اور تیری جناب میں رجوع کرتے ہیں۔ اپنے نام کی طفیل ان پر رحم فرما۔ فی الفور دُعا کی اجابت ہوئی اور وہ شخص شفائے کامل پا گیا۔ اور وہ خود اور تمام گاؤں کے آدمی دین محمدی کے راہِ راست میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر طریقہ اقادریہ میں بیعت ہو گئے۔

مروی ہے۔ کہ ایک دفعہ خلیفہ موصوف کی خدمت میں ایک شخص چاول اور دال بطور ہدیہ لایا۔ ان دنوں میں ایام رمضان قریب تھے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس دفعہ اسی کھانے سے افطار کیا کرونگا۔ لیکن ایک گھنٹہ گذرنے کے بعد فرمایا۔ کہ یہ خیال میرے نفس کی شرارت سے ہے جو لذیذ کھانوں کی خواہش کرتا ہے۔ لہذا میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اس ماہ رمضان میں کسی قسم کے غلہ کی اجناس

سے شکم پُری نہیں کیجائیگی - چنانچہ تمام رمضان صرف پیاز سے افطار فرماتے رہے ٭

آپ کے کرامات و مجاہدات کثرت سے ہیں - جن کی یہاں گنجائش نہیں ہے - آپ بڑے وجیہہ - قوی ہیکل اور سخی تھے - جو کچھ آپ کو بطور فتوح اور ہدیہ آتا سب سادات عظام اور علمائے کرام اور دیگر مساکین کے کام آتا - آپ کا لباس درویشانہ ہوتا - اور عموماً گوشہ نشینی اور تدریس علوم اور مجاہدات وعبادات اور خدمتِ شیخ میں اوقات گذاری ہوتی - آپ کی وفات ماہ جمادی الاول سنہء اور مزار آپ کا اعلیحضرت کے مزار مبارک کے پاس ہے ٭

خلیفۂ ثانی:- حضرت اعلیٰ کے خلیفۂ ثانی میاں احمدؒ قصوری تھے - ~~آپ کا مزار قصبۂ قصور میں ہے~~ - حُبِ درویشی آپ کو دربار فاضلیہ میں لائی - چنانچہ آپ نے بعد محنت مجاہدات شاقہ و مجاہدات کثیرہ فائز المرام ہوئے - مشہور ہے کہ میاں احمد صاحب حضرت سے مرخص ہو کر کسی ویرانہ میں ذکر جہر میں مشغول ہوئے - جب آپ ذکر کرتے تو جانورانِ وحشی آپ کے گرداگرد مؤدب حلقہ وار بیٹھ رہتے یہانتک کہ آپ بے اختیار بھاگتے ہوئے خدمتِ شیخ میں حاضر ہوئے آپ نے کمال عنایت سے سینہ مبارک سے لگایا - جس سے آپ کو ایسی تسکین ہوئی کہ وہ گھبراہٹ جاتی رہی - اور انوار تجلیات ذات اقدس کے مورد ہوئے - اور حضرت نے خلعت خلافت پہنا کر علاقہ شرقپور متصل لاہور میں ہدایتِ مردان کے واسطے بھیجدیا - چنانچہ سینکڑوں آدمی خلیفہ موصوف کے ہاتھ پر فیضیاب ہوئے - اور

وہیں وفات پاکر شرق پور میں مدفون ہوئے۔

خلیفۂ ثالث حضرت ممدوح کے میاں محمد لیسین صاحبؒ ہوئے ہیں۔ آپ لاہور کے اکابر میں سے تھے۔ جب طلبِ درویشی کا شوق ہوا تو بٹالہ حضرت ممدوح کی خدمت میں آئے۔ اور شرف بیعت حاصل کیا۔ اور بہرہ مند ہو کر خلعتِ خلافت پہنکر لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ہزارہا آدمی معتقد ہوئے۔ خاصکر قصبہ چماری کے تمام اہل اسلام آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ خلیفہ ممدوح ہر سال زیارتِ شیخ کے واسطے حاضرِ دربار ہوتے۔ آپ کے ادب کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ دربار شیخ میں حاضر تھے۔ اور ایک چوبارہ میں جوکہ کنوئیں کے قریب تھا۔ اور ایک دریچہ جوکہ کنوئیں کی طرف تھا۔ بستر لگائے ہوئے تھے۔ آپ کا لڑکا محمد نامی ہمراہ تھا۔ لڑکے نے کہا۔ کاش یہ دریچہ بڑا ہوتا۔ تو آسانی سے پانی نکالا جا سکتا۔ یہ کلمہ سنتے ہی خلیفہ صاحب سخت خفا ہوئے۔ بس یہی درست ہے۔ اور اسی میں حکمت ہے۔ چنانچہ اس صاحبزادہ سے توبہ کرائی۔ واقعی ایسے ہی مؤدب لوگوں نے اس نعمتِ عظمےٰ سے حصہ لیا ہے۔ اور بے ادب محروم رہے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عمر نقشبندی پشاوری لاہور تشریف لائے۔ اور محمد لیسین صاحب ہی کے مکان پر ٹھہرے۔ لوگ زیارت کے واسطے جمع ہوئے۔ گفتگوئے عارفانہ ہو رہی تھی کہ شیخ عمر نے کہا آجکل طریقۂ قادریہ میں کوئی صاحبِ کشف معلوم نہیں ہوتا۔ بس یہ کہنا تھا کہ خلیفہ موصوف غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے شیخ!

آپ کی یہ گفتگو اگر دریافتِ حال کے واسطے ہے۔ تو خیر۔ ورنہ اس طائفہ پر ایسا خیال کرنا نقصِ ایمان کا خطرہ ہے۔ میں ایک کمترین غلامانِ قادریہ ہوں۔ میں دُور تر ایک جگہ میں جاتا ہوں۔ آپ یہاں سے مجھے تعلیم کریں۔ یا میں یہاں ٹھیرتا ہوں اور آپ کسی دُور ترین موقعہ پر اندر بند کردیں۔ انشاء اللہ یہاں سے اُسے تعلیم کی جائیگی۔ پس شیخ مذکور بحالتِ ندامت خاموش ہوئے۔ اور پھر کبھی ایسا ذکر نہ کیا۔

لکھا ہے کہ بعد انتقال حضرت ممدوح جب خلیفہ موصوف حاضر دربار ہوئے۔ تو مجلسِ نعت و مدائح میں آپ کو حالتِ وجد طاری ہوئی حضرت سید غلام قادر شاہ صاحب خلف حضرت ممدوح جو اس وقت صاحب سجادہ تھے تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ اور سب حاضرین اتباعاً کھڑے رہے۔ خلیفہ موصوف آخری بار دربار سے رخصت ہوکر شاہجہان آباد کو تشریف لے گئے۔ اور وہیں انتقال فرماگئے۔

حضرت خلف الصدق

حضرت ممدوح کے انتقال کے بعد آپ کے خلفِ صادق سید غلام قادر شاہ صاحب الملقب بہ اہل اللہ جانشین ہوئے۔ آپنے اپنے والد و مرشد کی زندگی میں ہی مجاہدات کثیرہ اور توجہاتِ شیخ سے طالبان کے واسطے ہادیٔ کامل ثابت کردیا تھا۔ اور علوم ظاہری میں خداداد عنایت سے پنجاب بھر میں کسی کو مجال دعوے ہمسری نہ تھا۔ بالخصوص علم تصوف میں آپ کی کثرت تصانیف اور اس کے معارف و حقائق کی فصاحت بیانی نے آفتاب نہ روشنی ڈالدی

ہے۔ اور اس علم میں کسی جولانی طبع و رسائی قلم کی گنجائش نہیں رہی حضرت
اہل اللہ کی پیدائش کا واقعہ بھی کرامات سے ہے۔ کیونکہ حضرت محمد فاضل الدین
شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے دو صاحبزادے تھے۔ جو انتقال کر چکے تھے
اور علاوہ اس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ سات صاحبزادیاں موجود
تھیں۔ ایک دن حضرت نے اس واقعہ پر نگاہ ڈال کر حضرت دستگیر
عالیان کی جناب میں التجا کی۔ کہ میری آرزو ہے کہ اگر کوئی غلام زادہ
ہوتا تو خدمات لنگر شریف ادا کرتا۔ جس پر حضور سے ارشاد ہوا۔
کہ ہمارے شیدائی فکر و اندیشہ کی ضرورت نہیں۔ خدا کی مہربانی سے
عنقریب لائق و سعادتمند لڑکا پیدا ہوگا جو کہ ہمارا غلام ہوگا۔ اور
اہل اللہ اس کا نام رکھیو۔ اور اس کی تربیت تمہارا فرض ہوگا۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ اس واسطے ان کا نام غلام قادر رکھا۔ اور ہر قسم کے
کمالات میں سبقت ہوئی۔ لکھا ہے کہ مطالعہ میں آپ کا ایسا شغل
تھا کہ کھانا پینا بھول جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شام کے بعد
مطالعہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ موذن کی ندائے حی علی الصلوٰۃ مسجد
کی طرف سے کان میں پڑی تو آپ نماز عشا پڑھنے کے لیے اٹھے۔ اور
طبیعت میں خیال پیدا ہوا کہ اذان دوسری دفعہ کیوں ہوئی؟ جب
حجرہ کی کھڑکی کھولی تو صبح صادق کا ظہور تھا۔ آپ نے پھر
نماز قضا و ادا پڑھ کر شغل مطالعہ اختیار کر لیا۔ آپ نے فراغت
تحصیل علم ظاہری جس کی سند و خلعت اپنے والد ماجد غفران
اللہ سے حاصل ہو چکی تھی۔ دل میں طلب مولیٰ ہونے لگی کسی
درویش کامل کی تلاش کا اشتیاق پیدا ہوا۔ کیونکہ آپ کے اپنے

والد بزرگوار یعنی حضرت ممدوح علیہ الرحمتہ کی ولایت کا خیال نہ تھا
لیکن اس خیال کے پیدا ہونے پر حضرت ممدوح خود ہی آگاہ ہوگئے
اور فرمایا کہ اے فرزند! اگر تجھے محبت الٰہی اور طلب ہوئے
صادق ہے۔ تو ادھر اُدھر ہاتھ مارنے میں کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ تمہارا
مطلوب تمہارے گھر میں موجود ہے۔ پس آپ کا زمانا تھا۔ کہ وہ
ناجائز خطرہ دل سے دور ہوگیا۔ اور عرض کیا کہ مجھ سے بیعت لیجائے
اور فیوضات روحانی سے بہرہ ور فرمایا جاوے۔ چنانچہ آپ
حسب الارشادِ شیخ خود ذکر و فکر و مجاہدات شاقہ میں سرگرم ہوگئے
چنانچہ لکھا ہے کہ کئی رات آپ نے خواب نہیں فرمائی۔ اور
کئی دن کھانا نہیں کھایا۔ اور ہر رات ۱۸ ہزار اسم ذات کی ضرب لگاتے
جس سے اکثر اوقات منہ اور ناک سے خون جاری ہوتا۔ اور دن
حبس دم اور مراقبات اور اشغال میں صرف ہوتا۔

آپ کے حالات میں ہے کہ ایک دفعہ بڑے عرس مبارک
پر ہجوم خلائق بکثرت ہوا۔ اور ان میں قصبہ رحیلہ جو کنارہ
بیاس دریا پر واقع ہے۔ جس کا نام سری گوبند پور بھی ہے۔
وہاں سے بھی ایک گروہ معتقدین کا حاضر آیا۔ ان میں سے
ایک نوجوان لڑکے سے آپ کو الفتِ عاشقانہ ہوگئی۔ جس میں
چھ ماہ تک کھانا سونا چھوٹا رہا۔ اور قلق و اضطراب میں اوقات
بسری ہوئی۔ اس مدت کے بعد یکلخت وہ مجازی کشش حقیقت
سے بدل گئی۔ فرماتے ہیں کہ اس استغراق میں وہ فیضان اور
لذت حاصل ہوئی جو کہ میری استعداد سے زیادہ تھی۔

متاب از عشق رُو گرچہ مجازیست
کہ آں بہر حقیقت کارسازیست

آپ فرماتے ہیں مجھے علمی مباحثہ سے شوق نہ تھا۔ جیسا کہ طلباء یا نو تحصیل یافتگاں کو ہُوا کرتا ہے۔ تاہم دو دفعہ ایسا اتفاق ہو گیا ایک مرتبہ قبلہ امم حضرت ممدوح حاکمِ وقت کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ جس کا نام ادینہ بیگ خاں تھا۔ اس مجلس میں قاضی معین الدین نامی عالم اور اُن کے شاگردان موجود تھے جنہوں نے حضرت سے کچھ کج بحثی شروع کر دی جس سے مجھے رنج پہنچا۔ اور میں نے اُس سے جواب شروع کر دیئے۔ اور برکتِ پیر سے چند منٹ میں ایسا خاموش ہُوا کہ لب نہ ہلا سکا۔ دوسرا موقعہ ایسا ہُوا کہ کشمیری مولوی دربار شریف آئے۔ اس وقت حضرت اعلیٰ ایک شاگرد کو سبق پڑھا رہے تھے۔ مولوی نے پوچھا۔ اس درگاہ کا اُستاد کون ہے؟ حضرت اعلےٰ نے فرمایا۔ ادھر بالا خانے میں ہیں۔ اور مجھ ناچیز کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ وہ مولوی صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ اور باتوں باتوں میں علمی مباحثہ شروع کر دیا۔ پھر مجھے بھی اچھی طرح ہمکلام ہونا پڑا۔ جس سے مولوی صاحب چُپ ہو گئے۔ اور فرمایا جیسا سُنا تھا ویسا پایا۔ مگر جو شخص نیچے پڑھا رہا ہے وہ بڑا عالم معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ تو یہ کرو۔ وہی تو مالک اور اُستاد الکل اور شیخ ہیں۔ پھر وہ شخص میرے ہمراہ اُسی وقت حضرت اعلےٰ کے پاس حاضر ہُوا۔ اور طالبِ معافی ہُوا۔ اور بعد شرفِ زیارت واپس گیا۔

۱۔ سیدنا حضرت غلام غوث شاہ صاحب رح خلف و جانشین

حضرت سرکار والاشان نائب سید محی الدین ابو الفرح سید محمد فاصل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ کہ آپ والد ماجد کے زمانہ میں لباس عالمانہ پہنا کرتے تھے۔ ایک دن سفید پارچات کو صوفیانہ رنگ میں درست کرا کے پہنا۔ حضرت ممدوح نے دیکھ کر فرمایا۔ اے فرزند یہ کپڑا کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا سابقہ پارچات کو رنگ کرایا ہے حضور نے ارشاد کیا اے عزیز! ہم شاہِ دوجہاں سرکار غوث پاک رض کے غلامان سے ہیں۔ ہمیں ایسے پرانے پارچات سے کیا کام۔ انہیں کسی محتاج کو دیدو۔ اور آئندہ ایسا کام مت کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر عمر بھر مجھے ایسے ایسے لباسِ فاخرہ ملتے رہے کہ اپنے زمانے کے اُمرا کو بمشکل نصیب ہوں۔ البتہ طرز درویشانہ ہوتی۔

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے بحالتِ مراقبہ حضرت بلال رض کو دیکھا کہ آپ میرے لئے ایک پیراہن اور ایک کلاہ جسکے اوپر ایک چھوٹا سا عمامہ ہے لائے ہیں۔ اور پھر ایک شخص کی آواز آئی کہ آپ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ پس حضرت بلال رض مجھے ساتھ لیئے حضور کی طرف چلے۔ دیکھا کہ صحنِ مدرسہ فاضلیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرما رہے ہیں۔ پس اس روز سے میرا لباس اسی طرز پر رہتا۔ بلکہ اکثر فقرائے ملک نے اسی طریقہ کا تتبع کر لیا۔

روایت ہے کہ حضرت ممدوح نے انتقال کیا۔ آخر وقت میں حضرت

سیدنا غلام قادر شاہ صاحب رح کے ہاتھ کو پکڑ کر تین دفعہ "میاں جی" کا ارشاد فرمایا۔ اور انہیں کلمات نے تمام برکات روحانی آپ کو عنایت کر دیئے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ نورِ دیدہ من! مدرسہ شریفہ کے نچلے حصہ میں اپنی نشست اختیار کرو۔ اور طالبان علم ظاہر و باطن کے فیضان پہنچانے میں وقت صرف کرو۔ حضرت ممدوح کے انتقال کے بعد حضرت موصوف سے ایک شخص نے بیعت کی التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے عزیز! اگرچہ مجھے اس امر کی اجازت ہے۔ لیکن تھوڑا سا توقف کرو۔ چنانچہ آپ مراقب ہوئے اور اتنا عرصہ اسی حالت میں رہے کہ آپ کے دونوں ہاتھ اپنے والد ماجد حضرت ممدوح کے ہاتھوں کی مانند ہو گئے۔ اسی وقت اس شخص کو بیعت فرما کر مشغول ہوئے۔

میاں احمد قصوری کہتے ہیں۔ کہ حضرت ممدوح کے انتقال کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ حضرت کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب میری روحانی تعلیم کے بقایا کی نسبت معلوم نہیں کہ صاحبزادہ موصوف مدد دے سکیں یا نہ۔ پس چونکہ میں مراسم تعزیت ادا کرنے کو صاحبزادہ صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باتوں باتوں میں صاحبزادہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اے بھائی مطمئن رہو۔ خدائے تعالےٰ سے دریائے فقر جو مجھکو عنایت ہوا ہے۔ اس کے بہم پہنچانے میں تم سے کوئی دریغ نہ کرونگا۔ اس مکالمہ کے سننے سے مجھے دہشت طاری ہوئی۔ اور میں تائب ہو کر چند روز حضور کی خدمت میں رہ کر منزلِ مقصود پر پہنچا۔

ولایت شاہ نامی ایک درویش لکھتے ہیں۔ کہ پہلی مرتبہ جب میں
حضرت سیدنا غلام قادر شاہ صاحب کی خدمت میں باریاب ہؤا
تو آپ نے میرا مسکن و مولد دریافت فرمایا۔ جس پر میں نے عرض
کیا۔ کہ پشاور۔ حضور نے فرمایا باوجود ایسا ملک ہونے کے تمہارا
لباس کیوں غیر شرع ہے؟ جب رات کا وقت ہؤا تو خواب میں
دیکھا کہ عذاب کے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ باوجود
میرے فریاد کرنے کے ان کو رحم نہیں آتا۔ پس اچانک دیکھتا ہوں
کہ آنحضرت اس لباس میں تشریف لائے۔ اور میں نے آپ کا
دامن پکڑ لیا۔ اور اس ہولناک جگہ سے باہر نکل آیا۔ اور آنکھ کھل
گئی۔ اس ہیبت ناک واقعہ سے مجھ پر پیاس اور لرزہ غالب ہؤا۔
زبان گفتگو نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ خدمتگار سے اشارہ کے ذریعے پانی
طلب کیا۔ اور بعد غسل نفل ادا کئے۔ آئندہ اس لباس کو ترک کیا۔
حسب صبح کو حضور کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ تو میں نے واقعہ گذشتہ
عرض کرنا چاہا۔ مگر آپ بلا توجہ فرمائے حجرہ شریف میں تشریف لیگئے
اور میں ہاتھ باندھے کچھ دیر دروازے پر کھڑا رہا۔ حضور نے باریابی
بخشی اور قبل اس کے کہ میں کچھ عرض کروں۔ ارشاد ہؤا کہ اے
عزیز! خدائے تعالےٰ نے تجھ پر اصلیت کھول دی ہے۔ اب جسطرح
طبیعت چاہے کرو۔ میں نے عرض کی کہ اپنے سابقہ تصوروں سے
تائب ہوتا ہوں۔ اور حضور کے حکم اور جان و دل سے قبول کرنے
کو تیار ہوں۔ پس آپ نے مجھ سے بیعت لی اور اوراد و اشغال حسب
طریقہ تعلیم فرمائے۔ چند روز کے بعد ایک شخص نے جس کی ظاہرا

صورت بزرگانہ تھی مجھے اغوا کیا۔ اور اس تعلیم کو چھوڑ کر اپنی طرف سے کچھ بے معنی الفاظ سکھا دیئے۔ جس پر عمل کرنے سے میری طبیعت بگڑ گئی۔ اور قلب پر سیاہی پڑ گئی۔ اس گھبراہٹ سے میں نے حضور سے بغداد شریف جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ارشاد ہوا۔ کہ تو نے ہمیں محجوب کیا ہوا ہے۔ محبوب کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ آپ رخصت فرمائیں۔ پھر جلدی حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی جاؤ۔ لیکن فلاں راستہ سے گذرتے جانا۔ پس میں سفر کو روانہ ہوا۔ اور جہاں رات قیام کرتا۔ بزرگ صاحب کشف کی تلاش رہتی۔ ایک جگہ ایک بزرگ پیر اشاہ مجذوب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور کچھ شیرینی بطور نذر ہمراہ لیگیا چونکہ مجذوب موصوف بیماری سے اسقدر کمزور تھے۔ کہ دیکھنے اور بولنے سے مجبور تھے۔ میں نے چاہا کہ اس وقت شہر میں ٹھہرتا ہوں۔ صبح آپ کو افاقہ ہوگا تو پھر حاضر خدمت ہونگا۔ جب میں اٹھا تو فقیر صاحب فوراً ہوش میں آگئے۔ اور میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ اے ولایت! بغداد شریف کا ارادہ کرتے ہو۔ حالانکہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو بٹالہ میں چھوڑ آئے ہو۔ غوث الاعظم اور غلام قادر شاہ صاحب کچھ دو نہیں (ان میں کچھ فرق نہیں) لوٹو اور آنحضرت کی خدمت کو غنیمت جانو۔ اور میری طرف سے عرض کرنا۔ کہ جس پیرا شاہ نے بڑے حضرت ممدوح کی مزار پر قیام کیا تھا سلام عرض کرتا ہے۔ پس ان الفاظ کے سننے سے ایسی آتش شوق بھڑکی کہ جس سے فوراً واپسی کا ارادہ کیا۔ چونکہ مجذوب موصوف اسی شب واصل بحق ہوگئے

مجھے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ٹھیرنا پڑا۔ بعد جنازہ آپ کا دفن ہوا۔ جب لحد کو اینٹوں سے بند کیا تو اتفاق سے ایک اینٹ گر گئی۔ دیکھا تو لحد خالی پڑی ہے۔ اور وہاں سے اسقدر خوشبو آئی۔ کہ تمام قبرستان مہک گیا۔ اور ایک شخص کی آواز آئی کہ قبر کو فوراً بند کردو کہ فقیروں کا بھید نہ ظاہر ہونے پائے۔ الغرض وہاں سے لوٹا اور باوجود شدت بخار کے بہت جلد حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دیکھتے ہی حضور نے فرمایا۔ اے ولایت ہمارا کہنا کافی نہ تھا جو تمہیں پیرا شاہ کے کہنے کی ضرورت پڑی۔ آؤ اس کی فاتحہ خوانی کریں۔ پس میں اپنے کئے پر بہت نادم ہوا۔ اور حضور کے پاؤں پر گر پڑا۔

مختصر حالات خلفائے درگاہ فاضلیہ بٹالہ شریف

فاضل الدین شاہ

حضرت سید فاضل الدین شاہ ہوشؒ اعلیٰ خاندان قادریہ عالیہ فاضلیہ

آپ کی عمر ابھی گیارہ سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ابھی والد صاحب سے ابتدائی تعلیم ہی حاصل کی تھی تکمیل تعلیم کیلئے آپ مولوی ابو الحسن نواسہ مولانا عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ اور جملہ علوم منقول و معقول کی تعلیم حاصل کی ۲۰ سال کی عمر میں جذبہ عشق الٰہی غالب ہوا۔ جنگل میں مجاہدہ و ریاضت کرنے لگے۔ عالم رویا میں حضرت غوث الاعظم نے آپ کو

کہا کہ تو میرا نائب ہے۔ وعظ و تدریس علوم کر جسطرح کہ میں کیا کرتا تھا۔ اور آپ کو جھنڈا (علم محمدی) عطا کیا۔ حضرت محمدؐ افضل رحمۃ اللہ علیہ کلانوری قادری نقشبندی سے خرقۂ خلافت قادریہ حاصل کیا۔ بٹالہ شریف میں ایک قطعہ زمین خرید کر مدرسہ قادریہ اور مسجد تعمیر کی۔ اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے لگے۔ اور تدریس علوم دینے لگے۔ آپ کے مدرسہ میں بڑے بڑے فاضل ہو کر نکلے۔ آپ کی تصنیفات علم تصوف اخلاق۔ عقاید وغیرہ میں ایک سو سے زائد ہیں۔ جن میں سے قصیدہ غوثیہ کی تین شرحیں ہیں۔ ایک شرح عربی میں ۴۰ جزو کی ہے حالانکہ قصیدہ کے ابیات صرف ۲۹ ہیں۔ اس سے شرح مذکور کی وقعت اور آپ کی معلومات تصوف اور عام فضیلت ظاہر ہے۔ "معارف قادریہ" "مواعظ الرحمن" وغیرہ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ آپ کا تبحر علمی اور عربی زبان کا فصیح ادیب ہونا خیر القادریہ [1] سے ظاہر ہے۔ اور وظیفہ مریدان قادریہ ہے۔ آپ ۱۱۰۱ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور بٹالہ شریف میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ فرخ سیر بادشاہ دہلی نے ایک سو گاؤں کی مدرسہ اور لنگر کے لئے معافی دی تھی۔

حضرت غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت محمد فاضل الدین شاہؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ تعلیم علوم معقول و منقول اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ فقہ۔ حدیث

[1] جو باجازت حضرت غوث الاعظمؒ دلائل الخیرات کے مقابلہ میں لکھی گئی۔

تصوف میں کمال رکھتے تھے۔ علم تصوف میں آپ نے "مرۃ العارفین"
ملفوظات امام حسینؓ کی شرح حقائق المرۃ لکھی ہے۔ جو اس سے پہلے
کوئی عرب یا ایرانی۔ ہندوستانی وغیرہ نہیں لکھ سکا۔ لاجواب
کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی اور کتاب تصوف
کی ضرورت نہیں رہتی۔ شیخ اکبرؒ کا تتبع کیا گیا ہے۔ اور کتب
متقدمین کا حوالہ دیا گیا ہے۔ سلوک میں کتاب نہات الکمال ہے
جس میں جملہ اشغال و لطائف کا عمدگی سے ذکر کیا ہے۔ رموز العشق
دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ ہندی متن ہے۔ مسئلہ وحدت
وجودی کو آسان لفظوں میں بیان کیا ہے۔ اس کے اشعار ہندوؤں
تک ورد زبان ہیں۔ آپ کے عہد میں سکھوں کی شورشیں شروع
ہوئیں۔ گورنر لاہور خواجہ عبداللہ خان کے ہمراہ مہم گوجرانوالہ
میں تھے۔ احمد شاہ ابدالی آپ کا بہت معتقد تھا۔ اس کا شیخ الاسلام
قاضی خان غلام اور دیگر امرائے ابدالی آپ کے ارادتمندوں
میں داخل ہوئے۔

شاہ ابدالی نے آپ کو بارہ ہزار کی جاگیر عطا کی۔ آپ
خوبصورت بہادر اور سخی تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر
ہزاروں آدمی مناہی و تباہی سے تائب ہوئے۔ اور سینکڑوں
ولی اللہ ہوئے۔ آپ ۱۱۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ اور اپنے
والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ کے
صاحبزادے

حضرت سید غلام غوث صاحبؒ

آپ بھی ایک ہی بھائی تھے۔ جملہ علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ اور درجات میں والد ماجد بزرگوار کے ہمقدم تھے مدرسہ قادریہ میں تدریس علوم اور وعظ فرماتے تھے۔ سکھوں نے بٹالہ شریف پر حملات شروع کئے۔ آپ بہادرانہ مقابلہ کرتے رہے۔ ایک دفعہ لڑائی میں زخمی اور قید ہو گئے۔ رہا ہو کر با رادہ ہجرت کابل کو جا رہے تھے۔ کہ وزیرآباد میں راہی ملک بقا ہوئے آپ کی قبر مبارک نکلا اور حضرت محمدؒ افضلؒ کے پہلو میں ہے۔ سن وفات ۱۱۹۸ھ ہے۔ اس کے بعد آپ کے خلف الرشید

حضرت سید محمد شاہ صاحبؒ

آپ نے تعلیم علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ عالم متبحر اور فاضلِ اجل تھے۔ کئی ایک کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ شرح رموز العشق سے آپ کی فضیلت علمی بخوبی ظاہر ہے۔ چونکہ سکھوں نے آپ کے بزرگوں سے جاگیرات و معافیات کو ضبط کر لیا تھا۔ اس لئے متوکلانہ گذارہ تھا۔ لیکن اخراجات مدرسہ اور لنگر میں کسی طرح کی کمی نہیں آئی۔ آپ سے ظاہری و باطنی فیضان ہزاروں نے حاصل کئے۔ آپ ۱۲۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ اور آبائے کرام کے پہلو میں دفن ہوئے

حضرت سید احمد شاہ صاحبؒ

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید احمد شاہ صاحب

آپ کے فرزند کلاں جانشین ہوئے۔ جو عالم فاضل حضرات سابق کی طرح درس و وعظ فرماتے تھے۔ ۲۳ سپارے قرآن شریف آپنے یاد کیئے۔ اور باقی سیپارے والد ماجد کی دعا کی برکت سے رمضان شریف میں سنا دیئے۔ آپ پر کبھی کبھی سکر مواجدانہ بھی طاری ہوتا۔ مگر کبھی ترک احکام شریعت نہیں کیا۔ آپ کے مریدوں کی حالت بھی مستی رہتی۔ ضلع گجرات میں سائیں شاہباز اور بابا دلا دیکھے گئے۔ آپ ۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ اور اجدادِ عظام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے بیٹے۔

حضرت سید حسین شاہ صاحبؒ

آپ عابد وزاہد تھے۔ مسندِ افادت کو آپ زیب دیتے رہے۔ اور خلق خدا کو مثلِ آبا و اجداد راہِ خدا دکھاتے رہے۔ آپ کے مرید عموماً صلوٰۃ فریضہ کے علاوہ صلوٰۃ الاسرار تہجد۔ اشراق ادا کرتے۔ اسم ذات اور اسم اعظم گیارہ گیارہ ہزار روزانہ کا وظیفہ کرنے والے آپ کے تمام مرید تھے۔ آپ کے عہد میں تدریس کا کام آپ کے چچا زاد بھائی صاحبزادہ سید حسنؒ شاہ صاحب فرماتے تھے۔ جو مشہور عالم اور ادیب تھے۔ آپ بمقام کسو کی ضلع گجرات فوت ہوئے۔ اور صندوق میں لاکر بٹالہ شریف میں دفن کیئے گئے۔ آپکے عہد میں انگریزی حکومت شروع ہوئی۔ اور آپ وائسرائے کے دربار کرسی گئے۔ اور معافی بارہ سو کی دی گئی۔ جملہ اعزاز آپ کے خاندان میں موجود ہیں۔ تاریخ وفات ۱۲۸۹ھ ہے۔ اور آپکے بیٹے

حضرت سید حافظ ظہور الحسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید حسین شاہ صاحبؒ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے تعلیم مولوی عبد اللہ صاحب تلونڈی والا سے حاصل کی۔ جو مشہور فاضل گذرے ہیں۔ آپ کو ظاہری بصارت نہ تھی۔ لیکن حافظہ اور ذہانت بے نظیر تھا۔ حفظ قرآن شریف کے علاوہ زبردست نحوی منطقی تھے۔ مسائل فقہی میں آپ کا استخراج عام فقہاء سے نرالا تھا۔ اور بوجہ علمی اور عقلی کمال کے معقول علماء سے تھے آپ دراز قد خوش اور بلند آواز تھے۔ وعظ میں بہت اثر تھا۔ ہزاروں کے مجمع میں وعظ فرماتے۔ اور آپ کے وعظ سے لوگ فیضیاب ہوتے۔ آپ کا دائرہ ارادت نہایت وسیع تھا۔ اپنے بزرگوں سے زیادہ آپ کے عقیدتمند ہوئے۔ علم تصوف کا ماہر عارف کامل آپ سا کوئی نہیں دیکھا۔ مشکل سے مشکل مسائل تصوف کو دلائل عقلی و نقلی سے ذہن نشین کر دیتے تھے۔ تعلیم مرید اس کی قابلیت کے مطابق کرتے۔ آپ واقعی طبیب روحانی تھے۔ علاج موافق مرض کے کرتے۔ آپ کے اخلاق وسیع تھے۔ مریدوں کو تعلیم دینے میں وقت کثیر خرچ کرتے اور علاوہ وظائف لسانی کے حبس دم پاس انفاس کا شغل کرتے دیکھے گئے۔ آپ بھی درباری اور معافی دار تھے۔ آپ ۱۳۱۰ھ میں بعمر ۶۱ سال فوت ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اور بٹالہ شریف میں دفن ہوئے۔ آپ کے خلف اکبر

جناب حضرت سید نذر محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین ہشتم

دربار فاضلیہ ملقب بہ میاں صاحب دام برکاتہم

بٹالہ شریف ضلع گورداسپور

جناب پیر سید نذر محی الدین صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے خلیفۂ ہشتم ہیں۔ خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف علاقہ پنجاب میں ایک بڑا معزز اور بزرگ و بابرکت سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی بزرگ خاندان کے باعث بٹالہ کو بٹالہ شریف کہلانے کا فخر حاصل ہے۔ اس بابرکت خاندان کے کشف و کمالات اور فیضان ظاہری و باطنی کا ہر ایک صوفی مقر ہے اور اس خاندان کو جو عظمت و بزرگی حاصل ہے۔ وہ محض بزرگان اولین و حال کے زہد و تقویٰ اور کشف و کرامات کے باعث ہے۔ کیونکہ اس متبرک خاندان میں آج تک جسقدر صاحب سجادہ ہوتے رہے ہیں۔ اپنے اپنے وقت کے بافیض بزرگ ہوئے ہیں۔ یہانتک کہ موجودہ سجادہ نشین یعنی قبلہ سید نذر محی الدین شاہ صاحب کا عالم فاضل اور صاحب باطن ہونا ایک زندہ دلیل ہے۔

آپ ۲۶ صفر ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۳۰۴ھ میں جناب کی بسم اللہ کرائی گئی۔ اور ابتدائے زمانہ سے صاحب سجادہ ہونے کے وقت تک آپ پرائیویٹ اتالیق کی زیرنگرانی

بڑے عمدہ طریقہ کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ زمانۂ طالب علمی تک آپ کو کسی مخرب الاخلاق شخص سے بات چیت کرنے یا کمرۂ طالبعلمی سے باہر جانے کی نوبت نہیں آئی۔ گویا کہ صاحب سجادہ ہونے کی تاریخ سے آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا پہلا دن تصور ہونا چاہیے۔ یوں تو جناب پتلے دُبلے پہلے ہی سے تھے۔ مگر چلنے پھرنے کی پابندی۔ اور کثرت مطالعہ جیسی دماغی محنت نے اعضاء کو نشوونما سے اور بھی روک دیا۔ جسمانی کمزوری اور لاغری کے علاوہ قوت ہاضمہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ جو ابتک چلا جاتا ہے۔ علمی فضیلت اگرچہ زمانۂ طالب علمی میں والد ماجد کے انتقال کی وجہ سے تعلیم حسب منشا ختم نہ ہونے پائی۔ تاہم صرف و نحو منطق۔ فقہ۔ تفسیر۔ حدیث وغیرہ اور زبان عربی فارسی میں خاصی مہارت ہے۔ اور فی زمانہ جبکہ ایسے خاندانوں میں ان علوم کی تعلیم کم ہو گئی ہے۔ ہمارے واسطے یہ بھی باعث عزت ہے۔

۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ کو آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید ظہور الحسین قدس سرہٗ صاحب سجادہ نشین ہفتم دربار فاضلیہ عالیہ کے انتقال فرما جانے کی وجہ سے جو ظلمتیں چھا گئی تھیں وہ آناً فاناً جناب پیر قبلہ سید نذر محی الدین شاہ صاحب کے مبارک مسند دربار پر جلوہ گر ہونے سے پہلے سے بھی زیادہ تر روشن اور شاندار صبح سے مبدل ہو گئیں۔ علاقۂ پنجاب کے مختلف اضلاع امرتسر۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ گجرات۔ لدھیانہ

گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ ہوشیارپور۔ منٹگمری۔ ملتان۔ گورداسپور جہلم۔ راولپنڈی۔ پشاور۔ ریاست جموں وغیرہ میں ہزاروں کی تعداد سے مرد و زن آپ کے ہاتھ پر بیعت لیکر سلسلہ قادریہ میں داخل ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔

اس خاندان میں قدیم سے دارالافتاء چلا آتا ہے جس میں مذہبی امور کے متعلق فتوے دیئے جاتے ہیں۔ اور آپ اہل اسلام کی طرف سے ایک مانے ہوئے بڑے معتبر مذہبی مفتی ہیں۔ اور مذہبی مفتی ہونیکا فخر آجتک کبھی کسی سجادہ نشین کو حاصل نہیں ہوا۔ اور انجمن اسلامیہ بٹالہ شریف والوں نے آپ کو اپنا پریزیڈنٹ بنایا ہوا ہے دنیاوی لحاظ سے بھی آپ بٹالہ شریف کے ایک بڑے معزز خاندانی جاگیردار اور رئیس اعظم ہیں۔ حکام بالادست۔ آپ کی خدمات کا وقتاً فوقتاً اعتراف اور آپ کی تعریف و توصیف بدرجۂ اولےٰ فرماتے رہے ہیں۔ آپ کے لنگرخانہ سے روزانہ دونوں وقت ہر مذہب و ملت کے غریب و غربا۔ بیکسوں۔ یتیموں۔ بیواؤں۔ طالب علموں اور مسافروں کو بڑی بڑی بلند آوازیں دے کر کھانا دیا جاتا ہے جسکا خرچ تقریباً سترہ اٹھارہ ہزار سالانہ ہے۔ اور علاوہ اس روزانہ خرچ کے سالانہ عرس شریف حضرت غوث اعظم پر بکثرت روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اور آئے سال عرس مقدس کی رونق زیادتی پر ہے۔ جو کہ محض متوکلانہ آمدنی پر ہے۔ اور بباعث قحط سالی خرچ مذکور مزید ترقی کر رہا ہے۔ آپ حاجتمندوں اور مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں۔ اور آڑے وقت میں ان کے کام آتے ہیں۔

اور اس اعلیٰ وصف کے لئے جو آپ کی ذات والاصفات میں بدرجۂ ادلےٰ موجود ہے۔ آپ بڑی شہرت رکھتے ہیں حلیمی اور بردباری تو آپ کی ذات والا صفات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کم گوئی اور کم زبانی میں آپ بے مثل ہیں۔ عفو اور درگزر کا یہ حال ہے۔کہ خداموں کی غفلت اور لاپرواہی سے خواہ کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ کبھی باز پرس نہیں فرماتے۔

مہمان خانہ اور عمارت متعلقہ دربار رفاضلیہ میں آپ کے وقت میں بہت سی ترقی ہوئی ہے۔ ممبران خاندان میں بتقاضائے زمانہ کچھ عرصہ سے اختلافات تھے۔ اور اُن کے دُور ہونے اور باہمی محبت وارتباط کا وقت بھی خوش قسمتی سے اسی دور میں شروع ہُوا۔جس کا آپ کو ہر وقت اور ہردم اشتیاق تھا۔



بروق القادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمصداق اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر وقت اور ہر لمحہ میں ہر واقف و ناواقفِ راز کے دل اور زبان سے اُس ذاتِ پاک کی صفت ظاہر ہو رہی ہے۔ اور ہر ساعت اور ہر گھڑی میں ہر بادشاہ اور ہر غلام کے ہاتھ اور رُوح سے اُس کا شکر پیدا ہو رہا ہے۔ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَذْکُرُہٗ وَیَعْلَمُہٗ۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اُس کا ذکر نہ کرتی ہو۔ اور ایسا کوئی ذرہ نہیں جس کو اُس کا علم نہ ہو۔ جو شخص ان باتوں کے سمجھنے والا ہو۔ وہ تو مدعا میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو غافل اور لایعقل ہو۔ وہ ناسوت (دنیا) کے جال میں اُلجھا رہتا ہے۔ جس نے اس آسمانی دلیل پر غور نہ کی۔ اور اُسے نہ سمجھا۔ وہ رہا سو رہا۔ یاد رہے۔ کہ یہ چند نکتے ہیں۔ جو کہ شاہ عالیجاہ سیدنا مولانا سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی برق کے چمکارے ہیں۔ اور شمّہ نائبہ کی گدائی کے بعد راقم کے دل پر وارد ہوئے ہیں اس لئے ان کا نام بروق القادر

علے قلوب النائبین رکھا گیا۔ الحمد للہ۔ کہ حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی برکت سے اس ناتوان کی کند طبیعت سے آبحیات پھوٹ نکلا ہے۔ اور شکر ہے اُس پاک ذات کا کہ قادری جذبات کی آگ کا شعلہ متکبرین کے خرمنِ غرور پر ایسا گرا ہے کہ اُسے جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا ہے۔

یارب بطفیل مصطفٰے و اصحاب	بیدار کنی بفیض باطن الباب
این بارقۂ نور شاہ عبد القادر	مقبول کنی طفیل عالی انساب

یاد رہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف پکار پکار کر کہ رہے ہیں کہ یہ دنیا بڑی خبیث اور ناپاک ہے اور تمام ارشادات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی قبولیت کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ اور صوفیائے کرام کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے تو اُس کے بے معنی دفتر کا ایک ایک ورق پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ یہ دنیا تو مطلقہ عورت کی طرح ہے۔ اور کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں۔ کہ جس عورت کو رسول اللہ صلعم نے طلاق دیدی ہو وہ اُمت کے ہر فرد پر حرام ہے۔ مگر افسوس اُن لوگوں کی حالت پر۔ جو جان بوجھ کر دنیا کی طلب میں سرگردان ہیں۔ اور اس مکار بڑھیا کو عقد میں لاتے

ہیں - افسوس - صد افسوس -

تا توانی بگذر از دنیائے دوں ایں جنون وحمق را بگذار ہاں	احمقانند طالبانش با جنوں ہاں وہاں اے بدگمان ہاں وہاں

طالبِ دُنیا پہلے پہل تو شداد اور نمرود کے تابعین سے ہوتا ہے۔ مگر جب یہ حاصل ہوجاتی ہے۔ تو وہ ان دونوں سے بڑھ جاتا ہے۔ تارک دنیا جب شروع میں اُس کے نقاب کو اُٹھاتا ہے۔ تو تابعین محمدی سے ہوتا ہے۔ اور جب وہ اُسے کمال تک پہنچاتا ہے۔ تو اسرار الٰہی سے واقف ہوجاتا ہے۔ ؎

ترک کن احمال تا آساں روی ۔ زانکہ بے ترکش نباشی مہتدی

ایک مشہور بات ہے۔ کہ جب کتا مُردار کھاکر سیر ہوجاتا ہے۔ تو چلا جاتا ہے۔ مگر شرم ہے دنیا کے کتوں کے لئے کہ پس خوردہ کھاکر بھی اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ الدنیا جیفتہ وطالبہا کلاب کے الفاظ جو آنسرورِ کائنات کی مقدس زبان سے نکلے ہیں۔ اہلِ دنیا کو کیسی ظاہری تنبیہ فرماتے ہیں۔ پس اِس جلیل القدر حکم کی موجودگی میں جو لوگ دنیا کے کتے بنتے ہیں۔ اُن کیلئے کیسا مقام شرم ہے۔ اب رہے تارکِ دنیا۔ اُن کو بھی چاہیے کہ دُنیا کے ترک کرنے میں اپنی ذاتی تربیت کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔ نہ یہ کہ اہل

دنیا کی رسوائی کرتے پھریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ مُردار انسان کو اپنی تعریف کی طرف مائل کرتی ہے۔ اور اس میں تکبر اور غرور پیدا کرتی ہے۔ مگر خدا بچائے اس غرور سے۔ کہ شیطانی زوال کا آخری صدمہ یہی ہے۔ اے گوشہ نشین تارکِ دُنیا! خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ اوروں پر طعنہ زنی کرنے لگ جاؤ۔ اور اپنی ہستی کے طاق پر مکڑی کا جالا تنو۔ بلکہ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا یعنی جب کسی مبتلائے گناہ کے پاس سے گذرتے ہیں۔ تو وقار کے ساتھ آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں۔ یعنی خداوند کریم کے ڈر سے اُس پر طعنہ زنی نہیں کرتے۔ کہ مبادا خود ہی مبتلا ہو جائیں۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مبتلائے گناہ پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ وہ خود گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر طعنہ زنی اور نفسانیت کا خیال دل سے دُور کر کے اُس کو مشفقانہ نصیحت کرے۔ تو یہ عین دین ہے۔ ؎

احتساب شرع آمد کارِ فاروق آں عمرؓ دانکہ تابع او ست در بے نفسی اندر اثر

اے عزیز کہیں یہی گمان نہ کر لینا۔ کہ تمام دولتمند اس کمینی دنیا میں مبتلا ہیں۔ معجزہ کو جادو نہ سمجھ لینا۔ تو بہت سے اطلس پوش دیکھیگا۔ جو کہ مقبولِ خدا ہیں۔ اور انوار الٰہی سے ان کے سینے روشن ہیں۔ اور کئی ایسے لوگ دیکھیگا۔ کہ بڑے بڑے

جبے اور دستار پہنے ہیں۔ اور تسبیح اور عصا ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں۔ مگر ہیں کیا؟ حیلہ باز اور مکار۔ تو دونوں سے صلح کر اور اپنے آپ کو دونوں سے کم سمجھ۔ اور خوف الٰہی سے عجز و انکسار اختیار کر۔

چو کار تا بر سنت نباشد بگو	چہ داری چہ داری تو اے نیکخو
چو سر رشتہ در دست خود نبود ت	بر او اعتماد سے کجا باشد ت

اے عزیز! عمر کو غنیمت جان۔ یہاں پھر لوٹ کر آنا نہیں ہوگا یہی تو افسوس ہے۔ کہ جب ایک دفعہ یہاں سے چلے جائیں تو پھر واپس آنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور جو دم کہ دنیا کی لذات و شہوات میں ضائع ہو جائے۔ ممکن نہیں کہ پھر آسکے۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس قیمتی مال (وقت) کو بازار محمدی میں فروخت کر تاکہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ کی آواز تیرے کان میں پڑے۔ اور تجھے اپنی قدر و قیمت معلوم ہو۔ اور مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ (جس کو ہم عشق کی تلوار سے اس کا خون بہا ہم خود ہی ہوتے ہیں) کے معنی سمجھے۔ وہ مقتول کیا ہی خوش قسمت ہے۔ جس کو یہ سعادت حاصل ہو۔ شعر

نمے دانم کہ تو اے گوہر پاک ؎ چرا افتادۂ در دامن خاک

سب سے پہلی چیز جو تم کو ہاتھ سے پکڑ کر خاک سے نکالیگی

وہ شریعت ہے ۔ اور شریعت سے مراد ایمان ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ ۔ اور دیگر دینی ضروریات کا علم ہے ۔ یہی تو وجہ ہے ۔ کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض کیا گیا ہے حدیث شریف ۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ پس عالم شریعت اگر اپنے علم کے مطابق چلے ۔ اور اپنی آرزو کا قدم ظاہری شریعت اور تقویٰ کے راستہ سے نہ ہٹائے ۔ تو وہ عالم بلا تردد اپنی منزلِ مقصود پر جس سے مراد رضامندی الٰہی ہے ۔ پہنچ جائیگا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا راگ اپنے کانوں سے سُن لیگا ۔ ثابت قدم جائیگا اور راسخ ہو کر آئیگا ۔

شرع آمد دلیدیر و دستگیر	لیک باید عالم و دانائے پیر
پیر آں پیرے کہ راہ بنمایدت	راہِ معنیٰ را بدل بکشایدت
جامِ اسرارت بنوشاند ترا	از مرضہا مر ترا آرد شفا

پیر دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک پیر شریعت ۔ یہ وہ شخص ہے ۔ جو کہ احکام سنت مسائل دینی و امور یقینی کا پورا ماہر ہو اور پھر خواہ وہ مجتہد ہو ۔ خواہ مقلد ۔ اپنے طالب کو منزل تک پہنچا سکتا ہے ۔ اور یہ پیر دوسری قسم کے پیر سے قوی تر ہے ۔ کیونکہ یہ اس کا محتاج نہیں ۔ مگر برخلاف اس کے دوسری قسم کا پیر پہلی قسم کے پیر کا محتاج ہے ۔ دوسری قسم کا پیر پیر طریقت ہے ۔ یہ وہ شخص ہے جو خدا اور اُس کی صفات کا عارف

ہو۔ دُور اور نزدیک راستوں کا واقف ہو۔ عشق اور شرب کی منزلیں طے کی ہوں۔ اور ایسا صاحب تاثیر ہو۔ کہ گمراہ کو راہِ ہدایت دکھا سکتا ہو۔ مگر اس کے لئے لازم ہے۔ کہ شریعت کے نور سے منور ہو۔ اور علم کے زیور سے آراستہ ہو۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ❊ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیرِ کامل کی صحبت کی تاثیر یہ ہے۔ کہ جب تو اس کی مجلس میں آئے۔ تو دنیا کی حرص وہوا سے تیرا دل سرد ہو جائے اور کم و بیش ذرہ یا قطرہ تیرا دل عشق الٰہی کی طرف راغب ہو کسی بزرگ کا قول ہے۔ کہ ایک مرید نے اپنے پیر کے پاس آکر کہا۔ کہ زبان پر تو ذکر جاری ہو گیا ہے۔ لیکن دل حاضر نہیں ہوتا۔ تو پیر صاحب نے فرمایا کہ شکر نہیں کرتا کہ پیر کی توجہ سے تیرے اعضا میں سے ایک عضو ذکر الٰہی میں لگ گیا ہے۔

شکرِ پیراں گو و عجزِ خویشتن	گرچہ پیراں سر بہ بند چوں مکن
گرچہ یک سرے بر ند صد سر وہند	مس بتابانند و زر زرمے دہند
چونکہ ذکرِ پیر آمد در میان ❊	مدح شاہ محی دیں شد فرضِ جاں
ابر رحم است۔ زندہ کردہ خاک شور	دستگیرِ بیکساں روزِ نشور
عالمے بر بابِ او قربان شدہ	نامِ او در علم ہو عنواں شدہ
عالماں در عشقِ او محو البقا	والہاں را زو است صد نور و ضیا
جامِ ہو را وقف کردہ بے بدل	شارب او را نباشد ہم عزل
شادیِ آں دل عشقش در گرفت	صد ملائک قدس زو اندر گرفت

اے زباں کے لائق مدح وے / مدح او جز رب واحد مے تواں	از ازل تا ابد گر پویاں رود کی / ما و حا از یار قا تش کن عیاں

عشق کو حاصل کر۔ اگرچہ یہ کمانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ عطیۂ الٰہی ہے۔ مگر پھر بھی اس کی تربیت کے بعض اسباب ہیں اور ان کا تعلق کسب سے ہے۔ ؎

تا توانی عشق باز و عشق باز ٭ ہاں وہاں از عشق کار خویش ساز

ان اسباب سے پہلا سبب زہد ظاہری اور باطنی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ تن اور کپڑوں کو گناہوں اور بداخلاقی کی رذالت کی میل سے پاک و صاف رکھا جائے۔ پس ان سے دل بھی صیقل ہو جاتا ہے۔ ؎

اے برادر گر تو صاحب ہیکلی ٭ در دل خود صیقلی کن صیقلی

جان لو کہ قرب الٰہی کے دروازہ تک پہنچنے کے لئے عشق ہی ایک [illegible] ہے۔ یہ ایسا موتی ہے۔ کہ اس کی قدر عاشق ہی کو معلوم ہے۔ عشق کے مکتب میں ہر طرف ناز و نیاز کا سبق پڑھا جاتا ہے۔ ؎

دام عشق آمد شیراں اشکار ٭ آتش او صد تقوی کردہ خوار

عشق وہ بلا ہے۔ کہ ناز و کرشمہ کو عجز و نیاز کے ساتھ ملاتا ہے۔ نگاہ کو نگاہ سے لڑا دیتا ہے۔ زلیخا کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور یوسف کا گریبان اور دامن پاک کر دیتا ہے۔ فرہاد سے سخت پتھر کٹواتا ہے۔ اور شیریں کو کوہ کن کا خیال دلاتا ہے۔

عشق نبود آنکہ شہوانی بود	عشق نبود آنکہ شیطانی بود

عشق آں باشد کہ جاں بخشی کند	مغز گرداں را بیک لحظہ خورد
عشق باید عشق باید عشق	زانکہ کار و بار عاشق عشق عشق

عشق کے بازار میں خود نمائی کی گنجائش نہیں۔ اور اس رستہ کے حرافوں کے آگے خود بینی چل نہیں سکتی ؎

تا توانی گم شو از خود اے عزیز	زانکہ بیخود نیست امکان تمیز
مشورت با غیر از خود فرض است	کوزۂ خود بینی ات بشکستن است
شاورھم فی الامر آمد نبی	بعد عزم آمد توکل با ہدی
خویش را گم کن وصال اینست و بس	دور شو از خود کمال اینست و بس
چوں ز خود دوری بحق باشی قریب	بیخودی باشد شہود جاں عجیب

جانو کہ عشق کی مزاج گرم موم کی ہے۔ جس ہاتھ میں پڑے۔ وہ جونسی شکل چاہے۔ اس سے بنائے۔ مجنوں کو لیلےٰ دکھائے۔ اور لیلےٰ سے مجنوں کا حال ظاہر کرے

عشق را معشوق آمد شرع گو	تا توانی عشق را دریاب و جو
غیر سوز و عاشق از عشق عیاں	غیر معشوقش نباشد داستاں
گر بپاکاں عشق بازی پاک خو	باشی و گر با بداں بد گشت رد

عاشق کا حشر معشوق کی صورت میں ہوگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ حشر

کے رستہ میں محمدی لوگ آں ذات کے نور پاک کے ساتھ آئینگے۔ اور
حساب وکتاب کے بغیر ہی بہشت میں جا داخل ہونگے۔ کیا تم نے یہ
فرمان نہیں سنا۔ اَلمرءُ مع من احب ؎

آنچہ در دنیا خیال است آں بود
در رہِ عقبیٰ وصالت آں بود

اے جوانِ سعادتمند کچھ حیلہ کر تاکہ پاک عشق کا قرعہ تیرے نام
پر پڑے۔ تاکہ اس بازار میں تیرا سکہ منظور ہو۔ اور تو دو جہاں
میں کامیابی حاصل کرے ؎

ایں بغیر از مرشداں مشکل بود
مرد بے خایف مگر جہل رود

ہرچند کہ عشق لگانے سے نہیں لگتا۔ بلکہ خود بخود آتا ہے۔ مگر اس نارسا
کے خیال میں جو کچھ آتا ہے۔ وہ عرض کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالے اس
آیت میں فرماتا ہے۔ اِن کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم
اللّٰہ۔ یہ عشق کے حاصل کرنے کے لئے ایک طرح کی تعلیم ہے
کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو رسول سے محبت کرو
اللہ تم سے محبت کریگا

عشق خواہی نامِ احمد یاد دار	زانکہ بے احمد نباشی کامگار
کنتُ کنزاً شد بیانِ عشقِ پاک	نزدِ محبوباں توانی باش خاک
چونکہ سخن آمد بعشق اے دوستاں	واجب آمد عشقِ قدس آں لساں
دلستانِ مصطفےٰ شاہ محی الدین	عالے در عشق ارشد مستبین
عشقِ شاہِ محی دین را فرض داں	تا بیابی دولتِ ہور ایگاں

جام ہو وقف است بر مستانِ او	صد بہار است مو جزن بستانِ او
عشقِ شاہِ ماست شاہِ عشقہا	عشق ورائے عشق شاہِ جاں پناہ

بیان لو کہ یہ راستہ بغیر مجاہدہ طے ہونا مشکل ہے۔ پیغمبر سے لے کر معمولی ولی تک سب کو مجاہدہ ہی کرنا پڑا ہے۔ اور ماسوائے اس کے کسی پر رستہ نہیں کھلا۔ تمام قرآن پاک و حدیث شریف اور کاملوں کے قول اس پر شاہد ہیں۔ جاہدو فیہا تو قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ اور رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر حدیث قدسی ہے۔ بیت

اے برادر غیر جہدت کار نیست — بے مشقت ہیچ قدرت یار نیست

ہاں اگر اللہ چاہے تو اس کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ جیسا کہ الوفا کی نسبت کہا گیا کہ خاص جذبہ کے زیر اثر شام سے لیکر صبح تک مقبول الٰہی ہو گیا۔ عام طور پر مجاہدہ کے بعد ہی مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ مشقت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ بغیر چبانے کے لقمہ بھی ہضم نہیں ہوتا۔ مگر اس مشقت کے باوجود بھی عنایت الٰہی درکار ہے۔ باقی بہانہ ہے۔ بہت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ محنت اٹھانے کے باوجود بھی کانٹوں میں ہی پھنسے رہے۔ اور بے یار و مددگار عبادت میں لتھڑے رہے مگر اس کا سبب کچھ معلوم ہے؟ سبب یہ ہے کہ کوئی رذیل خصلت ان کی مزاج میں چھپکر بیچ ہی بیچ ان کا رستہ مارتی رہی۔ اسی واسطے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللھم بصرنی بعیوب نفسی

ایخدا آگاہم وہ بر عیوب خود تا مرا طاہر شود کشف الکروب - اور پھر فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ - یعنی

ایخدا بارا نما اسرار کار ٭ تا نماید دولت دیدار یار

اب خفیہ رذالتوں اور کہنہ بیماریوں کو ایک ایک کر کے برادران دینی کی خدمت میں بیان کیا جاتا ہے - ہدانا اللہ ولہم الی طریق الرشاد - اللہ ہم سب کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرے -

اول رذالت جو بنی آدم کو خوار اور بیکار کر دیتی ہے - وہ بے باکی اور بے حیائی ہے اللہ تعالےٰ کی طرف - اور وہ یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب میں بیدھڑک ہو - حسب طبیعت جو بات اسے اچھی لگے - اسے کر گزرے - اور جو کام اس کی مزاج کو پسند آوے بجالانے لگ جائے - اس سے الحیاء من الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہے - ؎

بیحیائی نیست ایمانے ازیں ٭ تا توانی در حیا میزن نگین

کیا تمہیں معلوم ہے - کہ اس رذالت کا منشا کیا ہے - کان لگا کر سن تا کہ تجھے ٹھیک معلوم ہو جاوے - اس غفلت کا سبب خدائے جبار سے مطلق بے خوف ہو جاتا ہے - افسوس ہے - کہ جبار کا ڈر تو مردوں کو ہو - اور بے وقوف نامرد جو دنیا کے فریب میں آئے ہوئے ہیں بے ڈر ہوں - ایک دن کا ذکر ہے - کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ خلال کی طرح دُبلے ہو گئے - اور کچھ دیر کے بعد حال میں آئے - تو ایک مرید نے جو اسوقت موجود تھا - پوچھا کہ اس حیرت کا باعث کیا تھا - آپ نے فرمایا - کہ زنار آسمان سے اُتر رہا تھا - مجھکو ڈر

لگا۔ کہ کہیں مجھے ہی معزول کر کے زنار نہ پہنانے لگے ہوں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ قہر کسی اور پر نازل ہوا ہے تو میرے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ افسوس کہ چھ لاکھ سال کا پرانا مدرس ابلیس ایک ہی انکار سے ملعون کر دیا گیا۔ اور پانسو سال کا زاہد (بلعم باغور) سگ جہنمی بنا۔ اور افسوس صد افسوس کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ایک لغزش سے کیا گت بنی۔ اور اس نے کس قسم کی آہ وزاری کی۔ تو نے باوجود اس نامردی کے کیا سوچا ہے۔ اور کیا سمجھ رکھا ہے ؎

گریہ ماتم کن بحالِ خویشتن
تا توانی نفس را گردن بزن

بریں فہم خود گریہ خونی بریز	تو ایں ابر رافت بیجا مریز
بوقتِ سحر کن بکا و انین	شود تا کہ عصیان تو در کمین
خدایا بحقِ محمد نبی	طفیل شہ محی دیں مہتدی
ز رنج و بلائے جدامی رہی	ہمہ دوستاں را حضوری دہی

اے برادر! بیباکی کی رذیل خصلت کے دفع کرنے اور گناہوں سے بچنے کا علاج توبہ اور زاری ہی ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح کی گریہ وزاری اور آہ وبکا کو ہاتھ سے نہ چھوڑ تاکہ بیشمار گناہوں کی جو خاک تیرے سر پر پڑچکی ہے۔ وہ بیٹھ جائے۔ اور تیری مراد کا پھول کھل جائے۔ اور راستی کے بوٹے کو انوار کے پھل لگیں

توبہ توبہ ... توبہ ... صفر	تا ... توبہ توبہ

حضرت فرمودہ امین المذنبین
گریہ زاری نزد حق محبوب دان
اے برادر گریہ را تفریط کن
جان و دل قربان کن بہر دین

من احب اللہ من انو اید ین
آتش گریہ بجان و دل نشان
کار صاف و صاف را تمہید کن
نیست بس مشکل ہدے للمتقین

دوم۔ سخت ترین بری خصلت جو کہ آدم زاد کی جبلت میں پائی جاتی ہے۔ خودی اور تکبر ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو بڑا وزن دار سمجھے۔ اور اپنے اوقات کو خود نمائی میں ضائع کرے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ خودی سے مراد کیا ہے؟ خودی کا مطلب ہے اپنی فانی ہستی کے سامان کی زبونی سے غافل ہونا۔ اپنی جوانی۔ جمال۔ مال اور دولت پر نازاں ہونا۔ اب کمال درجہ کی بیوقوفی تو یہ ہے۔ کہ یہ سب چیزیں جو اس کے پاس ہیں در اصل وہ مالک حقیقی کا ملک ہیں۔ اس کی اپنی کوئی چیز نہیں۔ اس عقل پر حیف ہے۔ کہ گھر میں جو کچھ مال ہے۔ ہو تو وہ دوسرے کا اور وقت ناوقت جو کچھ وہ چاہے۔ اس میں سے لے بھی سکے۔ اور یہ مفت کی ڈینگیں مارتا پھرے

عمر و مال و جاہ تو شد عاریت
این متاع و عمر تو چون از تو نیست
ننگ گردد ہر کہ متکبر بود
چونکہ خر از بار ماند دور تر
چونکہ زیر بار آید با کلال

در بخیلی کار رشد بیکار ریت
کار کن غافل مشو لاکن بالیست
در تکلم ہیچ صورت خر بود
ہیچ شتیر ان عرقہ اگر و بہر
پشت ریشش گردوش فرسودہ حال

اے برادر حالِ خود زیجا قیاس چونکہ زردا بارہا بر تو فتند	ہست ایں آوارگی راچو ل اساس تحمل الاوزار جا تہا راکنند

جہانتک تم سے ہو سکے کبر کا علاج کرو۔ اور وہم کو چھوڑ کر فہم سے کام لو۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ بول اور نجاست کو ہر روز اپنے ہاتھ سے دھوتے رہتے ہو۔ کیا انسان کی حالت قابلِ افسوس نہیں کہ نکلے تو بول کے راستے۔ اور پھر لگے اپنی بڑائی جتانے۔ ع

تا توانی توسنِ خود رام کن ❊ تا فہ کن ایں نفسِ خوں آشام کن

تا نہ سوزی نفس را در ناقہ ❊ تو بکعبہ چوں رسانی ناقہ

مجھے سمجھ نہیں پڑتا۔ کہ کیا بلا تم پر سوار ہوئی ہے۔ کہ کبر سے گردن کڑائے پھرتا ہے۔ اور مفت میں اس بلا کو اختیار کر رکھا ہے۔

دیدہ را با کحل احمد تیز کن ❊ باز در راہ وفا مہمیز کن

عزیز من! اس کا یہی علاج ہے کہ ہمیشہ عجز و نیاز کو اختیار رکھے اور موت اور فنا کو یاد کرے۔ قبر اور اس کے کیڑوں کے عذاب پر غور کرے۔ کہ کل تیری یہ صورت زیبا خاک میں مل جائیگی۔ اور موتی کے دانتوں کے موتیوں کی لڑی تیرے وجود سے علیحدہ ہو جائیگی اور سرو سا قد پیوند زمین ہوگا۔ تیرا سورج سا مکھڑا فنا کی تاریکی میں چھپ جائیگا۔ اندھیری راتوں میں اکیلا قبرستان میں لیٹا پڑا ہوگا۔ ماں باپ زنانہ و فرزند سب مجبور ہونگے۔ نہ بات کی ہمت ہوگی اور نہ سیر کی طاقت ہوگی۔

کشتی تا چند اے یار عزیز!	گور نزدیک است ہے ہے کن تمیز

چوں در افتی بے سروپا بند گور	گرز ہا ریزند سوزاں زور زود
نے دراں جا یار و نے فریاد رس	جز خدا و مصطفےٰ ابینی تو کس
ہاؤ ہو وہاؤ ہو و ہا و ہو ٭	تنگ کردہ بر تو گور از چار سو
ہر کرا با مار و کژدم کارہاست	در رہِ او خارہا و خار ہاست
چوں تکبر مے کند احمق مثال	تا توانی خوفِ حق زار و تامل
چونکہ نام گریہ زاری گفتہ شد	دُر ہائے اشک زلیخا سفتہ شد
گریہ زاری پیش محی الدیں کنم	از طفیلش تاکہ از شیطاں رہم

تکبر بد خصلت ہے۔ جس نے معلم الملکوت کو ہمیشہ کے لئے ملعون کر دیا۔ باقی تمام گناہ اس سے کم درجہ کے ہیں۔ کیا تمہیں علم نہیں۔ کہ اس خصلت کا مردود تمام گنہگاروں کا سردار ہے۔ باقی گناہوں کی جڑ توبہ سے اکھڑ سکتی ہے۔ مگر تکبر کی جڑ ایسی سخت ہے کہ یہ توبہ کے تیشہ کو کند کر دیتی ہے۔ مگر خود کٹ نہیں سکتی ہے

چوں نیاز آمد حصول توبہ ٭ باتکبر کے تو بازی رو بہ

ان رذائل میں سے ایک کھانے۔ پینے۔ پہننے اور نکاح کی خواہش ہے۔ یہ ایسی بلا ہے کہ ہر شخص اس میں مبتلا ہے۔ اور ان فانی لذتوں میں پڑ کر باقی رہنے والی رحمت سے دور جا پڑتا ہے۔ یہی لذات ہیں جن میں پڑ کر انسان یاد خدا کو فراموش کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی مبارک نصیحتوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ لوگ دن رات بت پرستی میں مشغول ہیں۔ اور فکر آخرت سے غافل [illegible] کی ہوا میں علم کی نقدی کو ہار بیٹھتے

ہیں۔ اور علم کی متاع کو فروخت کر کے دنیاوی فضولیات خریدتے ہیں۔ اور خوشحال زندگی گزارتے ہیں ۔

حیف ایں گوہر کہ میبازند ہا
نقد دلہا مے رود اے چہل سال
دمبدم اندر خرابی جاں مدہ
عمر رفتہ اے تو از خود رفتہ
اے خدا توفیق یادِ خویش دہ
عمر آں باشد کہ در یادت بود
عمر آنست آنکہ در یادت رود
اے خدا توفیق بخشی بر دوام

مفت ایماں دادہ از خود رائگاں
کن تو ماتم دست را بر چشم آل
شام شد ایں عمر از تو رفتہ رہ
یاد کن آں مردن و آں تختہ
تاکہ عمر ما فزاید روز بہ
عمر در یادت کہ در خسراں رود
عمر آنست آنکہ در مسازت بود
از طفیلِ مصطفےٰ بروے سلام

یاد رہے کہ ان رذیل خصائل میں سے ایک غفلت ہے کھانے پینے۔ لباس اور لذات کے حساب سے۔ حالانکہ قضا و قدر ذرہ ذرہ کا حساب لینگے ۔

ز ذرہ ذرہ حساب شمار خواہد بود
دراں زماں کہ ترا گور در کشد بعذاب
تو خواب و نوش و زن و پوش را گرفتی خوش
گذشت عمر بغفلت بیا کہ گریہ کنیم
اگر بیادِ خدا دینِ مصطفےٰ باشی

یقیں بداں کہ ہمہ خار خار خواہد بود
بہ یار و دوست در آنجا چہ کار خواہد بود
نہال در قبرت نیش مار خواہد بود
کہ روز مرگ بغم حال زار خواہد بود
بنام غوث مگورت بہار خواہد بود

پیادہ ز اشک بخشر سوار خواہد بود	بگریہ عجز بزاری وظیفہ کن فاضل

جان لو! کہ دنیا کی تنگی عاقبت کی فراخی ہے۔ اور دنیا کی فراخی عاقبت کی تنگی ہے ؎

لبا اہلِ دولت بدوزخ روند ❊ لبا فاقہ کش راجنت برند

ان خوبصورت چہروں پر افسوس ہے۔ جو آگ میں جلائے جائینگے اور اُن غبار آلودہ اُلجھے ہوئے بالوں والے رنگوں کے لئے خوشخبری ہے جو بہتریں جنت میں مٹک مٹک کر چلینگے۔ اگر فاقہ کی قدر وقیمت کچھ نہ ہوتی۔ تو فقر کا تاج پیغمبروں کے سر پر نہ رکھا جاتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ الفقر فخری یعنی مجھے اپنے فقر پر فخر ہے۔

کار مرداں بہ کہ نامرداں رسد	فقر و فاقہ فخر مرداں مے بود
نان و حلوہ را بنامرداں رسد	تو بمرداں تیغ و نیزہ زیب داں

لِلسَّیفِ وَالرُّمحِ رِجَالٌ وَلِلکَاسَۃِ وَالثَّرِیدِ رِجَالٌ۔ تلوار اور نیزہ کے لیے علیحدہ لوگ ہیں اور دیگ اور کاسہ کیلئے علیحدہ۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے کہ ہزارہا درود ان پر ہو آپ کی رُوح پر فتوح پر سات سات دن فاقہ میں گزرے۔ اور جب جبرائیل علیہ السلام خداوند کریم کی طرف سے تمام روزی کی کنجیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے گوشہ چشم سے بھی ان کی طرف نہ دیکھا۔

اے برادر کار مرداں ایں بود ❊ تیغ احمد شو کہ تا کارت شود

کار خیزد از تو ابے شاہ خویش * چوں بگفتہ شاہ ما بردنا پیش

کہتے ہیں کہ ایک عارف تھا۔ اور زمانہ کی سختی کے سبب ایک خونخوار عورت کے ہاتھ پڑگیا تھا۔ رزق کی تنگی کی وجہ سے عورت نے اسے مزدوری کے لئے باہر بھیجا۔ عارف مزدوری کے بہانہ سے گھر سے چلا جاتا تھا۔ مگر دریا کے پاس ایک مسجد میں بیٹھا یادِ خدا کیا کرتا تھا۔ جب شام کو واپس آتا تو عورت کی تسلی کے لئے کہ دیتا۔ کہ مزدوری کل ملیگی۔ تین دن اسی طرح گذر گئے۔ چوتھے دن عارف اس حیلہ انگیزی کے غم سے سارا دن غمگین رہا۔ قسام ازل نے حاملان رزق کو حکم دیا۔ کہ عارف کو پتہ نہ ہو۔ اور تم آٹا چاول اور خوراک و پوشاک کے دیگر لوازمات اُس کے گھر پہنچا دو اور کہدو کہ یہ گھر والے کی مزدوری ہے۔ اسے کھاؤ اور باقی تین یوم کی مزدوری بھی پہنچادی جائیگی۔ شام کے وقت درویش ڈرتا ڈرتا گھر پہونچا۔ بہت غمگین تھا کیونکہ اب کوئی بہانہ بھی باقی نہ تھا۔ مگر جب دروازہ پر پہنچا۔ تو دیکھتا کیا ہے کہ چولہا گرم ہے اور بیوی زیادتی محبت سے نرم ہے۔ بڑے پیار سے اُس کا استقبال کیا۔ اور اُسے کھانا کھلایا۔ جب سیر ہو کر کھا چکا۔ تو عورت سے پوچھا کہ یہ سب چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ اُس نے کہا کہ جس کے گھر میں تو مزدوری کرتا تھا۔ اُس نے ایک دن کی مزدوری تو بھیجدی ہے۔ اور باقی تین دن کی مزدوری کا وعدہ کیا ہے۔ عارف صاف باطن نے ایک آہ ماری اور حقیقت حال ظاہر کی۔ عورت نے جس کے چہرہ سے نیک بختی

کے علامات ظاہر ہوتے تھے۔ گذشتہ پر افسوس کیا۔ اور ترکِ دنیا اور فاقہ کشی پر راضی ہو گئی۔ یہانتک کہ انوار کے دروازے اس پر بھی کھل گئے۔

اے برادر کارِ مرداں ایں بود
کارِ مرداں چوں زنامرداں بود

مرد شو با پس روی مرداں مکن
تا ز مرداں باشی و بے حیلہ فن

از زناں مرگز نیاید جز زیاں
تو چو مرداں باش اے واقف نہاں

زن چو مردے دید آخر مرد شد
بود سنگ خارہ صاحب درد شد

لیک بے پیراں نباشد مرد کس
پیر باید پیر باید داد رس

چونکہ نام پیر آمد بر زباں
پیر خود را عرض دارم درمیاں

غوث اعظم محی دیں پیر من ست
فیض دایم او بجاں شیریں من ست

اے شہا من کم ز زن دارم تمیز
از طفیل شاہِ مرداں کن عزیز

پے گرفتم تا کہ در یادت مدام
از تو دارم نورِ دایم والسلام

شہوانی نکاح وہ ہوتا ہے۔ جو کہ انسان کو یادِ خدا سے باز رکھے اور ہمیشہ شہوتوں کے ہلاک کرنے سے رو سکے۔ ہاں اگر نکاح کی یہ غرض ہو کہ وہ شہوتی خطرات سے محفوظ رکھے۔ اور یادِ خدا میں مشغول کرے۔ تو ایسا نکاح عین سنت کیا واجب ہے۔ مگر بزرگانِ دین کا یہ فرمان بھی ہے۔ کہ شہوتوں کو دور کرنے کے واسطے خوراک کم کر دو۔ یعنی روزہ رکھو۔ اور اگر دیکھو کہ اس سے بھی دفع نہیں ہوتی تو پھر نکاح ہی کر لو۔ اس سے معلوم ہو جاویگا۔ کہ :۔

جنات ثمرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور بعد ازیں قول" المسک والنساء الحرہ کے کیا معنی ہیں - یعنی عورات کے خیال سے فراغت حاصل ہوتی ہے - اور مشک سے مناسبت ملائکہ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے - اور نماز میں پورا مشاہدہ ہوتا ہے

نہ کہ زن را دوست دارد آں نبی العیاذ و العیاذ و با العیاذ اے نبی قربان ذاتِ پاکِ تو تو نگہداری مرا از لہو ہا	از برائے لذتِ شہوت دنی خود نبی در ترک شہوت ہا ملاذ صد روحی و سرسلیس شد خاک تو الشفاء و لشفار ثم الشفاء

نفس کو خوش کرنے کے واسطے کپڑوں اور لباس سے محبت کرنا عورتوں کا کام ہے - جو لباس مرد پہنتے ہیں وہ ستر ڈھانپنے کے لئے ہوتا ہے - نہ دکھلاوے کے واسطے - لباس کی حرمت اور کراہت کے متعلق کتب فقہ میں بہت سی روایات ہیں - مگر خلاصہ مطلب یہ ہے - کہ اگر تکبر کی نیت نہ ہو تو ہر مباح لباس پہن سکتے ہیں - بہرحال شریعت کی تابعداری میں کوشش کرنی چاہیئے - اور شریعت نے تو دو کپڑوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے - اگر طریقت میں چلا جاوے تو مسئلہ ترک یعنی ترک جامہ کے ساتھ موافقت کرنی چاہیئے - خلاصہ مطلب یہ ہے کہ منتہی کے لئے تو جائز ہے - مگر مبتدی کو وہی لازم ہے - جس کی مرشد اجازت دے - ایک شخص کا ذکر ہے کہ اس نے خواب میں چاہا کہ صفا کی مجلس میں

نشیننے والے یاران کے ہمراہ پہنچی مقام قرب میں داخل ہوجائے
ادب کے دربانوں نے اجازت نہ دی اور کہا کہ تیرے دو جامے
ہیں۔ اور دیگر جانے والوں کا ایک ہی ہے۔ جب تک تو یکتا نہ
ہوجائے وہاں ترقی ممکن نہیں ہے

اے برادر تا تنہا نشی یکتا نہ ٭ کے توانی یافت نور علم راز

اے عزیز کیا تجھے معلوم ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہوا۔
جو کہ تعلق کے لباس میں تھا۔ اور اُس کو بے تعلقی کی تعلیم دی گئی
اس کے مناسب حال مجھے ایک قصہ یاد آیا ہے۔ کہتے ہیں کہ
ایک شخص حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت
میں حاضر ہوا اور حجاب کی شکایت کی۔ حضرت موسےٰ نے
جناب الٰہی سے دریافت کیا۔ حکم ہوا کہ اے موسےٰ وہ شخص
اپنی ڈاڑھی کا شیدا ہے۔ اُسے کہدیں کہ ڈاڑھی سے اتنی محبت
نہ رکھے۔ جب یہ جھڑک اُس کو ملی تو ڈوری کے غیرت سے اُٹھ
کھڑا ہوا تاکہ ڈاڑھی کو نوچ ڈالے۔ چند دن اسی میں مشغول رہا
کہ شاید اسی طرح مطلب حاصل ہو۔ پھر حضرت موسےٰ سے
مدد مانگی۔ پھر یہی حکم ملا کہ ابھی وہ اپنی داڑھی کے ساتھ مشغول
ہے۔

اے برادر تا توانی شغل دار ٭ ترک کلی از ہمہ کن یا سدار
تعلق کا مقام دل ہے نہ زبان۔ جب دل فارغ از تعلق ہو تو
تو گویا تو بالکل زبان ہی نہیں ہے

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ باش ٭ این چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مبتدی کے لئے تو خلوت ضروری ہے
مگر منتہی کے لئے نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم گو دائرہ کائنات
میں تھے۔ مگر عین بزم گوئی کی حالت میں بھی کمال درجہ کے
یکانہ ہوتے تھے۔ اور خدائے واحد سے لو لگائے رہتے تھے

خوردن و مردن بود کار مہاں ۔۔۔ خوردن و ریدن بود کار سگاں
پوشش عریاں بود مردان دین ۔۔۔ دائما در سترِ رب العالمین
بازن و فرزند بیگانہ مثال ۔۔۔ کار مرداں داں تو اے صاحب کمال
بازن و فرزند خوردن نان ہا ۔۔۔ کار نامرداں بود بیگانہ ہا
خوردن آں باشد کہ بیخود می بری ۔۔۔ خوردن آں باشد کہ از خود در روی
خوردن کامل بود شہد و حلو ۔۔۔ خوردن ناداں بود خونِ ز لو
خوردن دانا بود انوار ایزد ۔۔۔ خوردن دانا بود صد خواب سیر
خوردن تو شہوت آرد عاقلے ۔۔۔ خوردن او نور بارو کاملے
جام نوری داں تو نوش کاملاں ۔۔۔ درد روزی داں تو شرب ناقصاں
خوردن خود را بپا کاں چوں کنی ۔۔۔ نعمۂ بیہودہ را تا کے زنی
خوردن کامل عبادت مے بود ۔۔۔ خوردن جاہل زہادت مے برد
کاملاں در خواب و خور ناحق روند ۔۔۔ ہر دم از یادِ خدا زندہ بوند
اے شہ دنیا و دیں شہ محی دین ۔۔۔ مادح از نام تو فاضل شد یقیں

جونک

اس چھوٹے سے رسالہ میں تمام خصائل رذیلہ کے بیان کی
گنجائش نہیں۔ مختصر طور پر جو کچھ کہا گیا ہے اُس کو یاد رکھنا بھی

کافی ہے۔ اور بہتر تو یہ ہے۔ کہ تو حسد۔ غضب۔ غیبت اور سخن چینی کو اپنے سے دُور ہی رکھے۔ اور اُن کے متعلق تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔

حسد۔ اوروں کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد ہے۔ اور ایسی خواہش کرنا کمال درجے کی بیوقوفی ہے۔ انسان اتنا تو سوچے۔ کہ کیوں بلا وجہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں دھکیلا جائے۔

از حسد خواری فزاید بار نہ	ہمچو شیطاں عزل گردد کار نہ
از حسد صد خانہ ویراں میشود	از حسد چنداں معاصی در فتند
آتش ایں مے خورد اعمال نیک	ہمچو آتش ہیزم خشک اے ملیک
دُور شو ازیں دُور شو ازیں دُور شو	خار زار سخت ہست ایں حُجت رد

غصہ۔ غصہ یہ ہے کہ ہر کام کے کرنے میں تیرا نفس انتقام اور بدلہ پر آمادہ ہو جاوے۔ جب وہ کام اسے پسند نہ ہو تو خون جوش مار کر جگر سے دماغ تک پہونچ جائے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ جہاں تک اُس سے ہو سکے۔ اس بلا کو اپنے آپ سے دُور ہی رکھے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چاہے۔ کہ اس کے عمل تمام عملوں پر فائق ہوں۔ اُسے کہدو کہ غصہ نہ کرے۔ نہ کرے نہ کرے۔ اے برادر حرام چیزوں میں سے ایک ہی حرام ہے جس کے کھانے سے آدمی بہشت میں چلا جاتا ہے۔ حسد کا علاج تو وہی ہے جو اُوپر بیان ہوا۔ یعنی اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ دوسری بات قابلِ لحاظ یہ ہے۔ کہ اس سے انسان مشترک ہو جاتا ہے

تا توانی در حقائق بین وبین ... میتوانی یافت کارے بالیقین

غصہ کا علاج یہ ہے کہ تو جبار حقیقی کو یاد کرے۔ اور سوچے کہ ہر روز سو بار تو اُس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور اُس کی شان ایسی بلند ہے کہ وہ تجھ سے انتقام نہیں لیتا۔ ذرا سوچ تو سہی کہ بدلہ و انتقام لینے میں تیری کمزور ہستی ہے کیا۔ کہ تو اتنی جلدی کرتا ہے۔ گویا کہ تُو جبار حقیقی سے بھی پیش دستی کرتا ہے۔ اور خدائی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اب جو جو برائیاں حسد اور غصہ میں ہیں۔ وہ بالتمام غیبت میں پائی جاتی ہیں۔ اور علاوہ برایں یہ بات بھی ہے۔ کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں بھی غیبت کردہ کے نام پر لکھی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ کسی شخص نے ایک بزرگ کی غیبت کی۔ بزرگ نے رنگا رنگ نعمتوں کا خوان اس کے پاس بھیجدیا۔ اور عذر بیان کیا کہ جو کچھ تم نے مجھ کو دیا ہے۔ میں اس کا پورا پورا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

سخن چینی اس سے بھی بدتر ہے۔ اور سخن چین اور بھی ابتر

تا توانی پاک باش ازعیب ہا ... زانکہ پاک از عیب بیند غیب ہا

ہرکہ دور از نقص باشد کامل است ... لطفِ حق دایم مراورا شامل است

اے برادرِ عزیز۔ ہر شخص اپنے اخلاق رذیلہ کو بہتر جانتا ہے ان کے دفعہ کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسٰے علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسٰے۔ جبتک تو کوئی عیب اپنے اندر پائے۔ وہ عیب دوسرے پر نہ لگا

ہرکہ خود وارد زبونی درجہاں ... دیگرے راکے تواند زد مثال

العزیز پہلے اپنی نسبت تحقیقات کر۔ اور معلوم کر کہ تو کیا ہے۔
اور تجھ میں کون کونسا عیب ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ رہو کہ فقر کا رستہ
بہت مشکل ہے۔ یہاں ہردم سینہ میں تیر لگا رہتا ہے۔ اس راستہ
پر چلنے والے ہردم ہائے وہو کرتے ہوئے اپنی نامرادی کا ہی
اقرار کرتے رہتے ہیں۔ اس پتلۂ خاک کو ذات پاک سے کیا
نسبت اور اس کی کیا حیثیت۔ خالق کے مقابلے میں مخلوق کا کیا
نام۔ کیا تو نے قطب ربانی کے متعلق نہیں سنا۔ کہ کہتے تھے۔ یا اللہ
مجھے قیامت کے دن نابینا اُٹھائیو تاکہ میں نیکوں کے سامنے شرمندہ
ہوں ۵

ہائے و ہو را اول و آخر بکن ؛؛ خویش را دریاد حق باصبر کن

جانمن! یہاں دم مارنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ غیرت سے کلیجہ
پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور حیرت سے آنسوؤں کے تار بندھ جاتے
ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ :۔

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدً

کاشکے مادر نزادے بہ مدے ؛؛ جائے شیرم زہر دادے بہ بدے

یعنی اسے رب الارباب۔ کاش کہ تو مجھے وجود بشری میں
پیدا نہ کرتا۔ کیونکہ خاکی ہونے کے لحاظ سے اس وجود میں۔ جو انسانی
خواص ہیں ان کا برداشت کرنا اور تزکیہ کرنا موت سے بھی زیادہ
مشکل ہے۔ اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ مرتے وقت
جو کچھ عزرائیل کرتا ہے۔ وہ اس سے زیادہ سخت ہے۔ کہ زندہ
بھیڑ کا چمڑہ ستر بار اُتارا جائے۔ اور اسی وقت جب انسان

پر سخت پیاس وارد ہوتی ہے۔ شیطان سرد پانی کا پیالہ پیش کرتا ہے
یہ سب کچھ ہے۔ مگر فقر کا راستہ اور بھی زیادہ مشکل ہے۔
یہاں ہر لحظہ شیاطین جن و انس۔ جن سے مراد خواہشہائے باطلہ ہیں
پیالے بھر بھر کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ جس کا ایمان ثابت ہوتا ہے
وہ اپنی کشتی ساحلِ نجات تک پہونچا دیتا ہے۔ ورنہ فقد خسر خسرانا
مبین۔ ظاہر گھاٹے میں پڑ جاتا ہے۔

اے برادر! عاشقوں کی نظر میں زندگی اور موت ہر گھڑی
واقع ہوتی رہتی ہے۔ آفرین ہے ان لوگوں پر جنہوں نے موقعہ
کی نزاکت کو سمجھ لیا۔ اور سعی کا گھوڑا اس راستہ میں دوڑایا۔
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ۔ یکبار بمیرد ہر کسے بیچارہ جامی بارہا
اور یہ جو بزرگان دین نے کہا ہے۔ کہ ہفت صد ہفتاد قالب
دیدہ ام۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ انہوں نے ہر درجہ سے مرکر
اوپر کے درجہ میں ترقی کی ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الطَّالِبَ
اِلَی الْمَطْلُوْبِ ۔ وصبھم کا مرنا عاشقوں کو معشوق تک پہونچا دیتا
ہے۔ جب انسان اپنے آپ سے گزر جائے اور کوئی فکر باقی نہ
رہے۔ تو پھر حقیقت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا
وَجْھَہُ اللّٰہ ۔ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ
کا ظہور ہوتا ہے۔ ؎

تو ز خود بیروں برو ایں است فقر ÷ تا توانی دور شو از فن و مکر

سیر ہادی حضرت جنید بغدادی کے حالات میں لکھا ہے۔
کہ آپ کو حکم ہوا کہ اے جنید گناہ سے توبہ کر۔ یہ وہ وقت تھا

کہ حضرت جنیدؒ نے تمام گناہوں سے کُلی کنارہ کشی کر لی تھی۔ حیران ہوکر پوچھا کہ الٰہی وہ کونسا گناہ ہے۔ جس سے توبہ کروں۔ حکم ہُوا۔ کہ اے جنید تیرا یہ وجود ہی تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے ٭

تا توانی دُور شو از بودِ خویش ٭ بودِ ما گشت است در جانہا چو نیش

تا توانی از خودی خود باز آ ٭ تا بماند پاک اقدس آن خدا

فقر کے دو قدم ہیں ایک نفس پر دوسرا عرش پر۔ نفس کا دبانا تو آسان ہے۔ مگر نفس کے مکر سے بچ نکلنا بہت مشکل کام ہے۔

تا توانی نفس را گردن بزن ٭ زانکہ او سالار گشت اندر بدن

نفس چہ بود اژدہا دوزخ مثال ٭ تا توانی گردنِ او خوب مال

اژدہا گر مردہ۔ نتواں مردہ دید ٭ زانکہ مردہ نیز صد جانہا گزید

استخوان و گوشتش ہر کس کہ خورد ٭ در ہلاکش در خلا فی الحال مرد

دردِ دلہا داں شفائے دردِ خود ٭ زحمتِ نفس است کو شافی کند

اژدہا را مارگیر آوردہ بود ٭ مردہ اش دانستہ مسکن بردہ بود

مردماں از دید او بازی کناں ٭ مارگیر از داد خلقاں خوش عناں

رفتہ خانہ با زن و فرزند جاں ٭ درہم و افلوس بردہ رائگاں

بود برف آں روز اژدر آں بلا ٭ گرم شد چوں جنبش آورد از فنا

خلق ترساں رفت پیشِ مارگیر ٭ زندہ شد آں اژدہائے دلپذیر

چونکہ بود آں مارگیر از موت آں ٭ باخبر۔ بے خبر رفتہ نزدِ آں

در گلو خلقش کشید آں اژدہا ٭ نفس را باشد مثال آں با صفا

اگرچہ نفس کا اژدہا مجاہدہ کی برف کے نیچے مردہ پڑا نظر آتا ہو پھر بھی اس سے بے غم نہ ہو۔ کیونکہ جسوقت اُسے شہوت کی آگ کی گرمی پہونچیگی پھر زندہ ہو کر اسی طرح کاٹنے پھاڑنے لگ جائیگا۔ کاتب وحی کی حالت پر سخت افسوس آتا ہے۔ اس کا یہ رتبہ تھا۔ کہ وحی کے بیان کرنے سے پہلے ہی کلام الہی کا ظہور اُس کے دل پر ہو جاتا تھا۔ جب اُس کو شامت آئی تو اس کو یہ وہم ہونے لگا۔ کہ حضرت محمد صلعم کیونکر پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میں ہی پیغمبر ہوں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ جبار حقیقی کی طرف سے حکم پہونچا۔ کہ یہ ملعون ہو گیا ہے۔ اس کو مجلس سے نکال دیا جاوے۔

زندہ بود آں مُردہ شد نامرد دوں	ہر کہ با پاکاں ستیزد شد زبوں
دل نگہدارید اے بیحاصلاں	در حضور حضرت صاحبدلاں
ماند آں راندہ تمامہ عمر خویش	شرمسار و در بلائے کفر لیش

یاد مے آرد ورا آں کارہا لیک سحر نفس بردش زاصطفا

آخر شرم کے مارے کہ لوگ شرمندہ کرینگے کہ یہ کیوں واپس آ گیا ہے۔ وہ مردود ہو گیا ہے۔ اور نہ جانا کہ طلب میں اُٹھنا اور گرنا ہوتا ہے۔ گرنا مریدوں کا ہی کام ہے۔ اور توفیق الہٰی سے مانگنا طالبوں ہی کی روش ہے۔ قبض و بسط۔ اور عروج و زوال اس راستہ میں بہت ہے سہ

کار مرداں ست رفتن خواستن ؛ کار نامرداں بود ناخواستن

جب تک تم سے ہو سکے۔ اس سچے رسول کی کفش برداری کر

اور اپنے حال پر ندامت کے آنسو گرا۔ اور خودی کو چھوڑ کر ایسا ہو جا۔ جیسا مُردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر پیر تجھے قتل بھی کر دے تو عین زندگی سمجھ۔ جو کہ جان دیتا ہے۔ اگر قتل کرے تو روا ہے

ہر کہ جاں بخشد اگر بکشد رواست	نزدِ حضرت عذر نا کشتن رواست
پیر ہادی مے کشد زندہ کند	نغمہ اسرار بر جانت زند
پیر آں باشد کہ در نورت کشد	ہر زماں از غیب نورش در رسد
در دل و جاں پیر را محفوظ دار	تا کشاید نورِ معنی سرِ کار
روئے پیر آمد ستر آئینہ	چند بر دلیش کے فروز د سینہ
پیرِ ما در ہر دو عالم روشن است	دائما از نامِ او صد جوشن است
پیر محی الدین کہ نورِ مصطفٰے است	ہر یکے را او بروفس لمعہ ہاست

یا اللہ اپنے نام کی حرمت کی طفیل۔ یا اللہ اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت کی طفیل۔ اے خدایا اپنے محبوب صمدانی شاہ عبد القادر جیلانی اور تمام سلسلۂ عالیہ کی خاطر اس عاصی قصور وار کو جو کہ تیرا مدح خوان ہے۔ اور تیرے نام کی برکت سے فاضل ہو گیا ہے۔ اپنی یاد کی توفیق دے۔ اور ابدی آرام و عافیت میں محفوظ رکھ۔ نیز تمام یاران باصفا و طالبانِ بقا کو اپنے نور کے برکات اور اپنے ظہور کے فیض عطا فرما۔ اور مشکلات کے دروازے ان پر کھول دے

~~شفاخانہ غوثیہ محلہ چرامن~~

جیلانی بجوک کمالیہ ضلع لائل پور

نگران۔ حکیم سید انور جیلانی

یارب بطفیلِ شاہ عبدالقادر از فضل و کرم تو دار مادح فاضل	آں ذات کہ کردۂ تو او را نادر از پرتو شاہ و ماہ عبدالقادر

رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہُ عنا - آمین - آمین - آمین

اے برادر ایں بروق محی الدین ٭ در دلِ خود زن کہ تا بینی یقین

اشعارِ جرس

نسیما جانبِ کویش گذر کن بہ تشریفِ قدومِ خود زمانہ کہ بے پا بوسِ تو اسبابِ شادی	بگو آں نازنیں شمشاد مارا مشرف کن خراب آباد مارا نشاید خاطرِ ناشادِ ما را

تمام شد

اردو ترجمہ بروق القادر

ایں ترجمہ است از بروق القادر از فکرِ بلیغ فاضل الدین شاہ	کاں نسخہ ہست بس عجائب نادر فرزند نجیب شاہِ عبدالقادر

از قلم جناب مولوی غلام حسن صاحب بی۔اے

قریشی۔ صدیقی۔ قادری

ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ

تصحیح نامہ اغلاط

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
بیان الاسرار	بیان اسرار	۱۹	۶
یہ سب الفاظ غلط اور بے ربط لکھے گئے ہیں ان الفاظ کو کتاب سے کوئی تعلق نہیں	کیونکہ اس طریقہ کی نسبت والے نہ صرف میری ذات سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ جناب عالیہ غوثیہ سے ہے کہ ہرگز خالی ضرر رسائی نہیں رہ سکتے	۵	۹
قدم رہیگی	قدم رہیگے	۷	۱۰
بہائی	ہوائی	۱	۱۱
اور اس	اور مجھے اس	۱	۱۵
ظاہر	ظہور	۳	〃
آپ یہ	آپ نے یہ	۱۲	۲۰
نہ ہوؤں	ہوؤں	۹	۷۵

کارخانہ العزیز بٹالہ کی اسلامی اور دلچسپ کتابیں اور رسالے

کنوز القادریہ	یعنی شرح شریف حضرت غوث اعظم رحمت اللہ علیہ مصنفہ حضرت محمد فاضل الدین رحمتہ اللہ علیہ قیمت ایک روپیہ
خیر القادریہ	وظیفہ کی کتاب مصنفہ حضرت محمد فاضل الدین رحمت اللہ علیہ قیمت فی جلد عہ
اسماء الحسنٰی	باری تعالےٰ کے نود و نو نام اور ان کے افعال و خواص اور ورد و وظائف کے طریق قیمت ۴ر
قاعدہ عربی	معروف بہ قاعدہ محی ۔ اس کے یا قاعدہ پڑھنے سے بچہ بہت جلد قرآن شریف پڑھ جاتا ہے ۔ قیمت ار
محی الدین	اس میں حضرت غوث اعظم رح کی زندگی کے حالات اور آپکے وعظ و نصائح وصایا چہل کاف قصیدہ غوثیہ شجرہ وغیرہ درج ہیں قیمت فی جلد ۸ر
خورشید صداقت	یہ کتاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک جدید نکتہ نگاہ سے لکھی گئی ہے ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی پہچان کے مختلف طریقوں پر اس خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔ کہ اس کا مطالعہ ہر مسلمان ۔ ہر عالم دین ۔ ہر واعظ اور ہر طالب علم کے لئے نہایت ہی ضروری ہے ۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ (عـہ)

قصیدہ غوثیہ ۲ر شجرہ قادریہ ۲ر دیوان ظہور ۶ر گلدستہ غزلیات ۸ر

المشتہر

قاضی غلام محی الدین صدیقی مالک و ایڈیٹر رسالہ العزیز بٹالہ (پنجاب)